رحمت خدا

بوسیلۂ اولیاء اللہ

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

قادری پبلشرز لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العٰلمین و الصلوٰۃ والسلام علیٰ من کان نبیا و آدم بین المآء والطین
خاتم النبیین قائد الغرالمحجلین وسیلتنا فی الدارین الی اللہ ربّ العٰلمین
سیّدنا و مولانا محمّد و آلہٖ الطیبین واصحابہٖ الطاھرین

جس پُرآشوب زمانہ سے ہم گزر رہے ہیں یہ مسلمانوں کیلئے نہایت ہی فتنوں اور آفتوں کا زمانہ ہے۔آج بہت خوش نصیب وہ شخص ہے جس کا ایمان موجودہ ہواؤں سے بچ جائے۔بدمذہبی اور بے دینی کی ایسی تیز آندھیاں چل رہی ہیں جن سے سادہ لوح مسلمانوں کا ایمان خطرہ میں ہے۔اگرچہ اسلام میں نئے نئے فرقے پہلے بھی پیدا ہوتے رہے لیکن جو بیماری آج ہے وہ اس سے پہلے کے مسلمانوں میں سننے ہی میں نہ آئی تھی۔آج ہر جاہل قرآن شریف کا مفسر بن گیا اور ہر بے ہودہ آدمی بندگان دین اور آئمہ مجتہدین پر بکواس کررہا ہے۔

اسلام کے ایسے مسلمہ مسائل جن کے متعلق کبھی گمان بھی نہ ہوسکتا تھا کہ کوئی کلمہ پڑھنے والا ان کا انکار کریگا۔آج ان مسلم الثبوت مسائل کے منکر پیدا ہوگئے۔انہی مسائل میں سے اللہ کے پیارے اور مخلص بندوں کا وسیلہ ہے۔ہر زمانہ میں ہر شخص وسیلہ کا قائل اور معتقد رہا مگر آج وسیلہ کے منکر پیدا ہوگئے ہیں جو دنیاوی مصیبتوں اور آلام میں حاکموں اور حکیموں کے پاس بھاگے اور مارے مارے پھریں۔مگر انبیائے کرام اور اولیاء اللہ کے وسیلہ پکڑنے والوں کو مشرک و مرتد کہتے ہیں۔ذرا خوف نہیں کرتے۔خدائے تعالیٰ کا غضب جس شخص جس قوم پر ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ وسیلہ سے محروم کردیتا ہے۔اور جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے انہیں اس کے پیاروں کا وسیلہ نصیب ہوتا ہے خوش نصیب بندہ اپنے گناہوں پر گریہ زاری کرتا ہے اور بزرگوں کے وسیلہ سے گناہوں کے میل کو دل سے دھوتا ہے لیکن بدنصیب انسان اللہ کے پاک بندوں میں عیب نکالتا ہے اور ان سے دور رہ کر ربّ کی رحمت سے محروم ہوتا ہے۔تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو قرب الٰہی کا وسیلہ جان کر ان کے سامنے اپنا سر جھکا دیا۔وہ مقبولِ بارگاہ رہے۔شیطان نے بے وسیلہ والی لاکھوں عبادتیں کیں مگر حضرت آدم علیہ السلام کا وسیلہ نہ بنایا اور مردود بارگاہِ الٰہی ہوا۔

مولانا فرماتے ہیں: (مثنوی)

چوں خدا خواہد کہ راز کس درد ۔۔۔ میلش اندر طعنہ پاکاں نہد
چوں خدا خواہد کہ مایاری کند ۔۔۔ میل مارا جانب زاری کند

بیشک خدا تعالیٰ جب کسی کی پردہ دری اور رُسوا کرنا چاہتا ہے تو اس کی طبیعت میں پاک لوگوں کی طعنہ زنی میں رغبت پیدا کردیتا ہے اور جب خدا تعالیٰ نیکی کی توفیق عطا فرماتا ہے تو گریہ وزاری کی طرف طبیعت کو مائل کردیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ ایک ایسا وسیلہ ہے جس کے قائل کفار بھی ہیں۔ جانور اور بے جان لکڑیاں بھی مقبولانِ بارگاہ کا وسیلہ پکڑتے رہے ہیں۔ قرآن کریم فرمارہا ہے کہ فرعون اور اس کی قوم پر غرق ہونے سے پہلے جوں اور مینڈک وغیرہ کے بہت عذاب آئے مگر جب عذاب آتا تھا تو وہ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتے تھے کہ لئن کشفت عنا الرجز لنؤمنن لك ولنرسلن معك بني اسرآئيل (۷-۱۳۴) اے موسیٰ (علیہ السلام)! اگر آپ نے یہ عذاب ہم سے دُور کردیا تو ہم آپ پر ضرور ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے حوالے کردیں گے۔ مگر جب پھر ان کی دعا سے عذاب دُور ہوجاتے ایمان نہ لاتے تھے جب ربّ کو فرعونیوں کا ہلاک کرنا منظور ہوا تو موسیٰ علیہ السلام تک نہ پہنچنے دیا بلکہ دریائے قلزم سے پہلے تو موسیٰ اور بنی اسرائیل کو صحیح وسالم نکال دیا اور پھر فرعون کو دریا میں پھنسادیا اور بولا: امنت برب موسیٰ و هارون (۲۶-۴۸) میں موسیٰ اور ہارون کے ربّ پر ایمان لاتا ہوں۔ چونکہ وسیلہ کے درمیان میں نہ تھا ایمان قبول نہ ہوا اور ڈوب گیا۔

کفارِ مکہ بھی ہر مصیبت یعنی قحط سالی وغیرہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر دعا کراتے تھے۔ اونٹوں چڑیوں اور ہرنیوں نے مصیبت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فریادیں کیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے کیا خوب فرمایا:

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد
اسی در پہ شتران ناشاد گلہ رنج و عنا کرتے ہیں

بے جان کنکروں لکڑیوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا وسیلہ اختیار کیا۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

نطق آب و نطق خاک و نطق گِل ہست محسوس عوامل اہل دل
فلسفی گو منکر حنانہ است از حواس اولیاء بیگانہ است

اگر یہ واقعات تفصیل وار دیکھنا ہوں تو ہماری تصنیفات کا مطالعہ کرو خصوصاً سلطنتِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دیکھو۔

غرضیکہ پاک بندوں کا وسیلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی کفار اور بے عقل مخلوق بھی قائل ہے مگر افسوس کہ ایسے ظاہر مسئلہ کے اب منکر ہوئے تو کون جانور نہیں رام لعل دوار کا پرشاد کافر نہیں۔ بے علم مسلمان نہیں بلکہ کلمہ پڑھنے والے فاضل دیوبند کہلانے والے۔ اسلام کے ٹھیکہ دار بننے والے دیوبندی وہابی اور مولوی نے فقط انکار ہی نہیں کیا بلکہ ایسی ضد پر آئے کہ ان کے تمام وعظ جلسے مجلسیں اسی لئے وقف ہوگئیں۔ وسیلہ کے قائل مسلمانوں پر شرک وکفر اور طغیان کے فتوے لگنے لگے۔ بتوں کی آیات پیغمبروں پر اور کفار کی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کے پیاروں اور مخلص بندوں کی شان میں ایسی گستاخیاں کرنے لگے کہ کبھی کفار کو بھی ایسی جرأت نہیں ہوتی تھی بعض سادہ لوح مسلمان ان کے جبہ و دستار دیکھ کر ان کے جال میں پھنس گئے اور یہ بیماری متعدی مرض کی طرح روز بروز بڑھنے لگی۔

اسلئے میں نے سوچا کہ اگر میں اس وقت خاموش رہوں تو میرا وجود کس کام آئے گا۔ میں نے بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دروازے کے ٹکڑے کھائے ہیں انکے نام پر پلا ہوں۔ اگر انکے دین پر آنچ آتی دیکھوں اور حرکت نہ کروں تو ضرور میری پکڑ ہوگی۔ محافظ کتے کا فرض ہے کہ جب مالک کے گھر چور آتے دیکھے تو کم از کم چیخ و پکار کر کے چوروں کو بھگادے۔ میرے پاس صرف چوب قلم ہے اللہ کے نام پر یہ رسالہ لکھا اس رسالے کا بھی وہی طریقہ ہوگا جو جاء الحق اور سلطنتِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہے یعنی وسیلہ کا مسئلہ دو بابوں میں بیان ہوگا۔ پہلے باب میں وسیلہ بزرگان کا ثبوت قرآنی آیات اور احادیث نبوی بزرگوں کے اقوال اور خود مخالفین کی تحریروں سے۔ دوسرے باب میں مخالفین کے اعتراضات مع جوابات کے اس رسالہ کا نام رحمتِ خدا بوسیلہ اولیاء رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ سے قبول فرما کر صدقۂ جاریہ بنائے اور اسے میرے گناہ کا کفارہ فرمائے جو مسلمان اس سے فائدہ اُٹھائیں وہ میرے لئے دعا کریں کہ ربّ تعالیٰ مجھے ایمان پر خاتمہ نصیب کرے اور میرے گناہوں کے سیاہ دفتروں کو اپنی رحمت اور مغفرت کے پانی سے دھودے کہ اسی اُمید پر میں نے یہ محنت کی ہے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم و تب علينا انك انت التواب الرحيم

و صلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقهٖ سيّدنا محمد و آلهٖ و اصحابهٖ اجمعين

آمين يا ربّ العالمين و يا اكرم الاكرمين

ناچیز

احمد یار خاں نعیمی اشرفی

بانی: مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات (پاکستان)

یکم ماہ فاخر ربیع الآخر ۱۳۷۶ھ

روز ایمان افروز طغیان سوز دوشنبہ مبارکہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے خواہ زندہ ہوں یا وفات یافتہ، اللہ تعالیٰ کے ہاں مسلمانوں کا وسیلہ عظمٰی ہیں۔ان کی ذات وسیلہ، ان کا نام وسیلہ، ان کی چیزیں وسیلہ، جس چیز کو ان سے نسبت ہو جائے وہ وسیلہ ہے۔مگر فی زمانہ وہابی دیوبندی اس کے منکر ہیں لہٰذا ہم ربّ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ مسئلہ دو بابوں میں عرض کرتے ہیں۔ پہلے باب میں اس کا ثبوت اور دوسرے باب میں اس پر اعتراض وجواب۔

پہلا باب — وسیلہ کے ثبوت میں

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ان کی ذات، ان کا نام، ان کے تبرک مخلوق کا وسیلہ ہیں، اس کا ثبوت قرآنی آیات، احادیثِ نبویہ، اقوال بزرگان اجماع اُمت اور دلائل عقلیہ بلکہ خود مخالفین کے اقوال سے ہے۔ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآؤك فاستغفرو الله
واستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما (۴-۶۴)

اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرکے آپ کے آستانہ پر آ جائیں اور اللہ سے معافی چاہیں
اور آپ بھی یا رسول اللہ ان کی سفارش کریں تو بے شک یہ لوگ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر مجرم کیلئے ہر وقت تاقیامت وسیلہ مغفرت ہیں۔ ظَلَمُوٓا میں کوئی قید نہیں اور اِذن عام ہے۔یعنی ہر قسم کا مجرم ہمیشہ آپ کے پاس حاضر ہے۔

(۲) يا ايها الذين أمنوا اتقوا الله وابتغوا اليه الوسيلة وجاهدوا فى سبيله لعلكم تفلحون (۵-۳۵)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ربّ کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو۔

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ اعمال کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کا وسیلہ ڈھونڈنا ضروری ہے کیونکہ اعمال تو اِتَّقُوا اللہ میں آگئے اور اس کے بعد وسیلہ کا حکم فرمایا۔معلوم ہوا کہ یہ وسیلہ اعمال کے علاوہ ہے۔

(۳) خذمن اموالهم صدقة تطهرهم و تزكيهم بها وصل عليهم ان صلوٰتك سكن لهم (۹-۱۰۳)

اے محبوب! ان مسلمانوں کے مالوں کا صدقہ قبول فرماؤ اور اس کے ذریعہ آپ انہیں پاک وصاف کرو
اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو کیونکہ آپ کی دعا ان کے دل کا چین ہے۔

معلوم ہوا کہ صدقہ وخیرات اعمال صالحہ طہارت کا کافی وسیلہ نہیں بلکہ طہارت تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم سے حاصل ہوتی ہے۔

(٤) هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم اٰیٰتہٖ ویزکیهم و یعلمهم الکتٰب والحکمة (۲-۶۲)

ربّ تعالٰی وہ قدرت والا ہے جس نے بے پڑھوں میں ان ہی میں سے رسول بھیجا۔

جو ان پر ربّ کی آیات تلاوت فرماتے ہیں اور انہیں پاک فرماتے ہیں اور ان کو کتاب وحکمت سکھاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پاک وصاف فرماتے ہیں۔ اللہ تعالٰی کی نعمتوں کا وسیلہ عظمٰی ہیں۔

(٥) وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفرو (۲-۸۹)

یہ اہل کتاب حضور کی تشریف آوری سے پہلے حضور کے طفیل کفار پر فتح کی دعا کرتے تھے۔

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اہل کتاب آپ کے نام کے وسیلہ سے جنگوں میں دعائے فتح کرتے تھے اور قرآن کریم نے ان کے فعل پر اعتراض نہ کیا بلکہ تائید کی اور فرمایا کہ ان کے نام کے وسیلہ سے تم دعائیں مانگا کرتے تھے اب ان پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مبارک نام ہمیشہ سے وسیلہ ہے۔

(٦) فتلقّٰی اٰدم من ربہٖ کلمٰت فتاب علیه (۲-۳۷)

آدم علیہ السلام نے اپنے ربّ کی طرف سے کچھ کلمے پائے جن کے وسیلہ سے دعا کی اور ربّ نے ان کی توبہ قبول کی۔

بہت سے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کے وسیلہ سے دعا کی جو قبول ہوئی۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انبیائے کرام کا بھی وسیلہ ہیں۔

(٧) قد نریٰ تقلب وجهك فی السمآء فلنولینك قبلة ترضٰها (۲-۱۴۴)

ہم آپ کے چہرے کو آسمان کی طرف پھیرتے دیکھ رہے ہیں۔

اچھا ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیرے دیتے ہیں جس سے آپ راضی ہیں۔

معلوم ہوا کہ تبدیلی قبلہ صرف اسی لئے ہوئی کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہ خواہش تھی یعنی کعبہ معظمہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وسیلہ سے قبلہ بنا جب کعبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کا محتاج ہے تو ما و شما کا کیا پوچھنا ہے۔

(۸) وكان ابوهما صالحا فاراد ربك ان يبلغا اشدهما ويستخرجا كنزهما (۱۸-۸۲)

حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار بنا کر موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کا سرمایہ ہے۔

ان کا باپ نیک تھا اس لئے تیرے ربّ نے چاہا کہ ان کا خزانہ محفوظ رہے اور یہ جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں۔

معلوم ہوا کہ ان یتیم بچوں پر ربّ کا یہ کرم ہوا کہ ان کی شکستہ دیوار بنانے کیلئے دو مقبول بندے بھیجے گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا باپ نیک آدمی تھا یعنی نیک باپ کے وسیلہ سے اولاد پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوتا ہے۔

(۹) اولٰئك الذين يدعون يبتغون الىٰ ربهم الوسيلة ايهم اقرب و يرجون رحمته و يخافون عذابه (۱۷-۵۷)

وہ مقبول بندے جن کی بت پرست پوجا کرتے ہیں وہ خود اپنے ربّ کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔ اس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب ڈرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جن نیک بندوں کی کفار پوجا کرتے ہیں۔ ان میں ہر ایک اللہ سے زیادہ قرب والے کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس تلاش وسیلہ پر اعتراض نہ فرمایا۔

(۱۰) ولولا رجال مؤمنون و نسآء مؤمنات لم تعلموهم ان يطئوهم فتصيبكم منهم معرة بغير علم ليدخل الله فى رحمته من يشآء لو تزيلوا لعذبنا الذين كفروا منهم عذابا اليما (۴۸-۲۵)

اگر کچھ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم نہیں جانتے (اگر اس امر کا اندیشہ نہ ہوتا) کہ تم انکو پیس ڈالتے پھر تم پر خرابی آپڑتی ان کی طرف سے بے صبری میں فتح ہو جاتی لیکن اس میں دیر اس لئے ہوئی تا کہ اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے۔ اگر وہ مسلمان کفارِ مکہ سے جدا ہو جائے تو ہم کافروں کو دردناک عذاب کی سزا دیتے۔

معلوم ہوا کہ کفارِ مکہ کے عذاب سے محفوظ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں کچھ مسلمان رہے گئے تھے یعنی شہر میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ہونا بے دینوں کے امن کا وسیلہ ہوتا ہے۔

(۱۱) قال الذين غلبوا علىٰ امرهم لنتخذن عليهم مسجدا (۱۸-۲۱)

غالب آنے والے لوگ بولے کہ ہم اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کی قبروں کے پاس مسجد بنانا تا کہ ان کے وسیلہ سے نماز میں برکت ہو اور زیادہ قبول ہو ہمیشہ سے مسلمانوں کا دستور رہا ہے۔ قرآن کریم نے اصحاب کہف کی غار پر مسجد بنانے کا ذکر کیا اور اس کی تردید نہ کی جس سے پتا لگا کہ ان کا یہ کام اللہ تعالیٰ کو پسند ہوا۔

(۱۲) اذهبوا بقميصى هٰذا فالقوه علىٰ وجه ابى يات بصيرا (۱۲-۹۳)

یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ میری قمیص لیجاؤ اور میرے والد ماجد کے منہ پر ڈال دو ان کی آنکھیں بینا ہو جائینگی۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے لباس کے وسیلہ سے دُکھ دُور ہو جاتے ہیں۔ شفا ملتی ہے۔

(۱۳) لا اقسم بهٰذا البلد و انت حل بهٰذا البلد (۹۰-۱،۲)

میں قسم فرماتا ہوں اس شہر مکہ کی کہ اے محبوب اس میں تم تشریف فرما ہو۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے مکہ مکرمہ کو یہ فضیلت ملی کہ ربّ نے اس کی قسم فرمائی۔

(١٤) والتين والزيتون وطور سينين و هٰذا البلد الامين (۹۵-۱،۲،۳)

یعنی قسم ہے انجیر، زیتون اور طور کی اور اس امانت والے شہر کی۔

معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے انجیر اور طور پہاڑ کو عزت ملی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے مکہ شریف کو ایسی برکت حاصل ہوئی کہ اس کی قسم ربّ نے فرمائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ وسیلہ کا نفع بے جان چیزوں کو بھی پہنچ جاتا ہے۔

(۱۵) ان اٰية ملكهٖ ان ياتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم

و بقية مما ترك اٰل موسىٰ و اٰل هٰرون تحمله الملٰئكة (۲-۲۴۸)

شموئیل علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہت کی دلیل یہ ہے کہ ان کے پاس تابوت سکینہ آئے گا

جس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہم السلام کے تبرکات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ صندوق دیا تھا

جس میں موسیٰ علیہ السلام کا نعلین شریف اور ہارون علیہ السلام کی دستار مبارک اور دیگر تبرکات تھے

جسے بنی اسرائیل جنگ میں اپنے آگے رکھتے تھے جس کی برکت سے دشمن سے فتح پاتے تھے۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کے وسیلہ سے آفات دُور ہوتی ہے۔ مشکلات حل ہوتی ہیں۔

(١٦) انى اخلق لكم من الطين كهيئة الطير فانفخ فيه فيكون طيرا باذن الله (۳-۴۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں

جس سے وہ باذن پروردگار پرندہ بن جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے دَم کے وسیلہ سے مٹی میں جان پڑ جاتی ہے اور بیماروں کو شفا ہو جاتی ہے۔

(۱۷) فقبضت قبضة من اثر الرسول فنبذتها وكذٰلك سولت لى نفسى (۲۰-۹۶)

سامری بولا کہ میں نے حضرت جبرائیل (علیہ السلام) کی گھوڑی کی ٹاپ کے نیچے سے ایک مٹھی مٹی لی اور

سونے کے بچھڑے کے منہ میں دی (اور بچھڑا آواز دینے لگا)۔

معلوم ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کے پاؤں کی خاک کے وسیلہ سے سونے کے بے جان بچھڑے میں جان پڑ گئی۔

(۱۸) قل يتوفاكم ملك الموت الذى وكل بكم (۳۲-۱۱)

فرمادو کہ تم کو ملک الموت وفات دیں گے جو تم پر مقرر کئے گئے ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت ملک الموت کے وسیلہ سے جان نکلتی ہے۔

(۱۹) قال انما انا رسول ربك لاهب لك غلٰما زكيا (۱۹-۱۹)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ

میں تمہارے ربّ کا قاصد ہوں اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں ستھرا بیٹا بخشوں۔

معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے وسیلہ سے لڑکا ملا۔

(۲۰) وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم (پ۹، سورۂ انفال، ع۱۷)

اللہ انہیں عذاب نہ دے گا، حالانکہ آپ ان میں ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات عذابِ الٰہی سے امن کا وسیلہ ہے۔

(۲۱) واذ قلتم يا موسىٰ لن نصبر علىٰ طعام واحد فادع لنا ربك

يخرج لنا مما تنبت الارض من بقلها الخ (۲-۱۶)

اور جب تم (بنی اسرائیل) نے کہا اے موسیٰ ہم ایک کھانے (یعنی من وسلویٰ) پر ہرگز صبر نہیں کریں گے

اپنے ربّ سے دعا کرو کہ ہمارے لئے زمین کی پیداوار نکالے۔

معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل جب کوئی بات ربّ سے عرض کرنا چاہتے تو موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے۔

(۲۲) هنالك دعا زكريا ربه (۳-۳۸)

یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بے موسم پھل کھاتے ہوئے دیکھ کر زکریا علیہ السلام نے مریم کے پاس کھڑے ہو کر فرزند کیلئے دعا مانگی۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے پاس دعا مانگنا زیادہ باعث قبول ہے۔ اگرچہ دعا مانگنے والا زیادہ بزرگ ہو۔

احادیث

(۱) مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت شریح ابن عبید سے روایت حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چالیس ابدال کے متعلق فرمایا:

یسقٰی بھم الغیث و ینصر بھم علی الاعداء و یصرف بھم عن اھل الشام العذاب

یعنی ان چالیس ابدال کے وسیلہ سے بارش ہوگی۔ دشمنوں پر فتح حاصل کی جائے گی اور شام والوں سے عذاب دور ہوگا۔
(مشکوٰۃ باب ذکر یمن وشام)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے وسیلہ سے بارش، فتح ونصرت اور بلا دفع ہوتی ہے۔

(۲) دارمی شریف میں ہے کہ ایک دفعہ مدینہ شریف میں بارش بند ہوگئی اور قحط پڑ گیا لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا:

انظروا قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاجعلوا منہ کوی الی السماء
حتی لا یکون بینہ و بین السمآء سقف ففعلوا فمطروا مطرا حتی یکون
فبت العشب و سمنت الابل حتی تفتقت من الشحم فسمی عام الفتق (مشکوٰۃ باب الکرامات)

یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ روضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چھت کھول دو کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے لوگوں نے ایسا ہی کیا تو فوراً بارش ہوئی یہاں تک کہ چارہ اُگا۔ اونٹ موٹے ہوگئے گویا چربی سے بھر گئے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے پیاروں کی قبر کے وسیلہ سے بارشیں آتی ہیں۔

(۳) شرح سنہ میں ابن منکدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام حضرت سفینہ عہد فاروقی میں گرفتار ہوئے۔ آپ قید سے بھاگ نکلے کہ اچانک ایک شیر سامنے آگیا، آپ نے شیر سے فرمایا:

یا ابا الحارث انا مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان من امری کیت
و کیت فاقبل الاسد لہ بصبصۃ حتی اقام الیٰ جنبہٖ کلما سمع صوتا اھوٰی الیہ
ثم اقبل یمشی الیٰ جنبہٖ حتی بلغ الجیش ثم رجع الاسد (مشکوٰۃ باب الکرامات)

یعنی اے شیر! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ میرا واقعہ ایسا ایسا ہوا ہے۔ یہ سن کر شیر دُم ہلاتا ہوا حضرت سفینہ کے پاس آگیا اور ساتھ چل دیا۔ جب کوئی آواز سنتا تو فوراً ادھر پہنچتا اور پھر حضرت سفینہ کے پاس آجاتا۔ غرض اسی طرح حفاظت اور خدمت کرتا رہا یہاں تک کہ آپ لشکر اسلام میں پہنچ گئے پھر لوٹ گیا۔

معلوم ہوا کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شیر بھی تابع ہو جاتے ہیں اور شیر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کو پہنچاتے ہیں۔

(٤) مسلم و بخاری میں ہے کہ معراج کی رات پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔

فرجعت فمررت علیٰ موسیٰ فقال بم امرت قلت امرت خمسین صلوٰۃ کل یوم

قال ان امتك لا تستطیع خمسین صلوٰۃ کل یوم و انی واللّٰہ جربت الناس قبلك و عالجت

بنی اسرائیل اشد المعالجة فارجع الیٰ ربك فسئله التخفیف لامتك (مشکوٰۃ باب المعراج)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہم واپسی میں موسیٰ علیہ السلام پر گزرے تو آپ نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ملا؟

فرمایا، ہر دن پچاس نمازوں کا فرمایا۔ حضور آپ کی اُمت میں اتنی طاقت نہیں۔ میں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں

اپنی اُمت کیلئے ربّ سے رعایات مانگئے۔ غرض کہ کئی بار عرض کرنے پر پانچ رہیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے یہ رعایت اور رحمت ملی کہ پچاس نمازوں کی صرف پانچ باقی رہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں کا وسیلہ ان کی وفات کے بعد بھی فائدہ مند ہے۔

(٥) مسلم و بخاری میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک بار قحط پڑا تو جمعہ کے دِن خطبہ میں ایک شخص نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی حالت میں دعا کیلئے ہاتھ اُٹھائے:

فوالذی نفسی بیدہٖ ما وضعها حتی ثارا السحاب امثال الجبال

ثم لم ینزل عن منبرہٖ حتی رایت المطر یتحادر علی لحیتهٖ

یعنی خدا کی قسم ابھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دعا کے ہاتھ نیچے نہ گئے کہ پہاڑوں کی طرح بادل اُٹھا

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر سے نہ اُترے تھے کہ بارش کا پانی آپ کی رِیش مبارک سے ٹپکتا تھا۔

سات دِن بارش ہوتی رہی، اگلے جمعہ کو پھر زیادتی بارش کی شکایت کی گئی۔

فرفع یدیه فقال اللهم حوالینا ولاعلینا فما یشیر الیٰ ناحیة من السحاب الا انفرجت

تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا کیلئے ہاتھ اُٹھائے اور عرض کیا کہ مولیٰ اب ہم پر نہ برسے۔

ہمارے آس پاس برسے پھر بادل کو جس طرف اِشارہ فرماتے اُدھر ہی پھٹ جاتا تھا۔ (مشکوٰۃ باب المعجزات)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان مصیبتوں کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار کرتے تھے۔

(٦) مسلم وبخاری میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما انا قاسم واللہ یعطی (مشکوٰۃ کتاب العلم)

ہم تقسیم فرمانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تقسیم فرماتے ہیں اور تقسیم فرمانے والا وسیلہ ہوتا ہے۔لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم خالق کی ہر نعمت کا وسیلہ ہیں۔

(٧) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ماعز سے ایک بڑا گناہ ہو گیا تو بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

یا رسول اللہ طہرنی (مشکوٰۃ باب الحدود)

اے اللہ تعالیٰ کے رسول! مجھے پاک فرمادیں۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام ربّ کا گناہ کر کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرتے تھے کہ ہمیں پاک فرمادیں کیونکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ نجات جانتے تھے۔

(٨) مسلم شریف باب السجود میں ہے کہ حضرت ربیعہ ابن کعب نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا:

اسئلك مرافقتك فی الجنة

میں آپ سے مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ربّ کی تمام نعمتوں حتیٰ کہ جنت کے حصول کا وسیلہ سمجھ کر حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مانگتے تھے۔

(٩) ترمذی شریف میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت کبشہ کے گھر ان کے مشکیزہ سے دہن مبارک لگا کر پانی پیا تو

قمت الیھا فقطعته میں اُٹھی اور میں نے مشکیزہ کا منہ کاٹ لیا۔ (مشکوٰۃ باب الاشربہ)

اس کی شرح مرقاۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

ای فم القربة فحفظته فی بیتی واتخذته شفاء

یعنی مشکیزہ کا منہ کاٹ کر گھر میں محفوظ رکھا تا کہ اس سے شفا حاصل کی جائے۔

معلوم ہوا کہ صحابیہ اسی مشکیزہ کے منہ کے ذریعہ بیماروں کی شفا حاصل کرتی تھیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مس ہو جانے کی برکت سے اس چمڑہ کو شفا کا وسیلہ جانتی تھیں۔

(۱۰) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جبہ شریف تھا اور فرماتی تھیں:

هذا جبة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كانت عند عائشة فلما قبضت قبضتها و كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يلبسها فنحن نغسلها للمرضٰى نستشفي بها (مشکوٰۃ کتاب اللباس)

یعنی یہ جبہ شریف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا ان کی وفات کے بعد میں نے اسے لے لیا

اس جبہ شریف کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہنتے تھے اور اب ہم یہ کرتے ہیں کہ مدینہ میں جو بیمار ہو جاتا ہے

اسے دھو کر پلاتے ہیں اس سے شفا ہو جاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن شریف سے مس کئے ہوئے جبہ کو شفا کا وسیلہ سمجھ کر اسے دھو کر پیتے ہیں۔

(۱۱) نسائی شریف میں ہے کہ یہود کی ایک جماعت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئی اور عرض کی کہ مارے شہر میں عبدت خانہ بیعہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسے توڑ کر مسجد بنائیں۔

فاستوهبناه من فضل طهوره فدعا بمآء فتوضا وتمضمض ثم صبه كنا في اداوة و امرنا فقال اخرجوا فاذا اتيتم ارضكم فاكسروا بيعتكم وانضحوا مكانها بهٰذا لمآء وتخذوها مسجدا

ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ کا غسالہ مانگا تو آپ نے پانی منگا کر وضو کیا اور کلی کی اور یہ تمام پانی کلی اور وضو کا ایک برتن میں ڈال کر ہمیں عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ جاؤ اپنے بیعہ میں اس پانی کو چھڑک دو اور وہاں مسجد بنالو۔ (مشکوٰۃ باب المساجد)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غسالہ باطنی گندگی دُور کرنے کا وسیلہ ہے۔

(۱۲) ابن البر نے کتاب الاستعیاب فی معرفتہ الاصحاب میں لکھا ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت فرمائی کہ مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک کپڑا عنایت فرمایا تھا وہ میں نے اسی دن کیلئے رکھ چھوڑا تھا۔ اس کپڑے کو میرے کفن کے نیچے رکھ دینا۔

وخذ ذالك الشعر والاظفار فاجعله في فمي و علىٰ عيني و مواضع السجود مني

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ بال اور ناخن لو، انہیں میرے منہ اور آنکھوں اور سجدوں کی جگہوں میں رکھ دینا۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبرکات کو راحت قبر کا وسیلہ سمجھ کر اپنی قبروں میں ساتھ لے جاتے ہیں۔ (الحرف الحسن)

(۱۳) ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کو قمیص کا کفن دیا اور کچھ دیر ان کی قبر میں خود لیٹ کر آرام فرمایا۔ وجہ پوچھنے پر ارشاد فرمایا:

انی البستها لتلبس من ثیاب الجنة واضطجعت معها فی قبرها لاخفف عنها عن ضغطة القبر

ہم نے اپنی چچی صاحبہ کو اپنی قمیص اس لئے پہنائی تا کہ ان کو جنت کا لباس پہنایا جائے
اور ان کی قبر میں اس لئے آرام فرمایا تا کہ انہیں تنگئ قبر سے امن ملے۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لباس جنتی جوڑے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور جس جگہ ان کا پاک قدم پڑ جائے وہاں آفات سے امن ہو جاتا ہے۔

(۱٤) مسلم شریف میں ہے:

اذا صلی لغداة جآء خدم المدینة بأنیتهم فیها المآء فما یاتون باناء الا غمس یده فیها

جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازِ فجر پڑھتے تھے تو مدینہ منورہ کے بچے برتنوں میں پانی لے آتے تھے۔ (مشکوٰۃ باب اخلاق النبی ﷺ)

معلوم ہوا کہ مدینے والے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک کی برکت کو بیماروں کی شفا کا وسیلہ سمجھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو منع نہ فرماتے تھے بلکہ اپنا ہاتھ شریف پانی میں ڈال دیتے تھے۔

(۱۵) مسلم و بخاری شریف میں ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

یاتی علی الناس زمان فیغزو افئام من الناس فیقولون هل فیکم
من صاحب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فیقولون نعم فیفتح لهم

یعنی لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ جہاد کریں گے پس کہیں گے کیا تم میں کوئی صحابی رسول اللہ بھی ہیں۔
جواب ملے گا ہاں اس صحابی کے وسیلہ سے انہیں فتح نصیب ہوگی۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے وسیلہ جہاد میں فتح نصیب ہوتی ہے اور ان کا وسیلہ پکڑنے کا حکم ہے۔ اس حدیث میں تابعین کے وسیلہ کا ذکر بھی ہے یعنی اولیاء اللہ کے توسل سے فتح و نصرت حاصل ہوتی ہے۔

(۱٦) بخاری شریف میں ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

هل تنصرون و ترزقون الا بضعفائکم (مشکوٰۃ باب فضل الفقراء)

تم کو نہیں فتح ملتی اور نہیں رزق ملتا مگر ضعیف مومنوں کی برکت اور وسیلہ سے۔

معلوم ہوا کہ فقراء کے وسیلہ سے بارش ہوتی ہے رزق ملتا ہے۔ فتح و نصرت نصیب ہوتی ہے۔

(۱۷) ترمذی ابوداؤد وابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

شفاعتی لاھل الکبائر من اُمتی (مشکوٰۃ باب الشفاعت)

یعنی میری سفارش وشفاعت میری اُمت کے گناہ کبیرہ والوں کیلئے ہے۔

اس کی شرح میں شیخ عبدالحق لمعات میں فرماتے ہیں:

ای لوضع السیأت و اما الشفاعة لرفع الدرجات فلکل من الاتقیآء والاولیآء

یعنی گناہگاروں کیلئے تو معافی دلانے کی سفارش ہوگی لیکن درجات بلند کرانے کی شفاعت وہ ہر متقی اور ولی کیلئے ہے۔

معلوم ہوا کہ ہر قسم کا مومن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کا حاجت مند ہے۔ بہت سے بدعمل لوگ بھی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنتی ہو جائیں گے اور کوئی ولی بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے نیاز نہیں۔

(۱۸) ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

یشفع یوم القیامة ثلٰثة الانبیآء ثم العلمآء ثم اشھدآء (مشکوٰۃ باب الشفاعت)

یعنی قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے۔ انبیاء، علماء، پھر شہداء۔

لوگو! معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل علماء، شہداء عام مسلمانوں کیلئے وسیلہ نجات ہیں۔

(۱۹) ترمذی، دارمی، ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

یدخل الجنة بشفاعة رجل من امتی اکثرمت بنی تمیم (مشکوٰۃ باب الشفاعت)

یعنی میرے ایک اُمتی کی شفاعت سے بنی تمیم قبیلہ سے زیادہ آدمی جنت میں جائیں گے۔

اس کی شرح مرقات میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

قیل الرجل عثمان ابن عفان قیل اویس قرنی وقیل غیرہ

یعنی علماء نے فرمایا وہ عثمان غنی ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ وہ شخص اویس قرنی ہیں۔ بعض نے کہا کوئی اور بزرگ ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُمتی بھی وسیلہ نجات ہیں۔

(۲۰) شرح سنہ میں ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی جگہ تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک اونٹ نے جو کھیت میں کام کر رہا تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا اور منہ اپنا زانوئے پاک پر رکھ کر فریادی ہوا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے مالک کو فرمایا کہ

فانه شكى كثرة العمل وقلة العلف فاحسنوا اليه (مشکوٰۃ باب المعجزات)

یہ اونٹ شکایت کرتا ہے کہ تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور چارہ کم دیتے ہو۔ اس کے بھلائی کرو۔

معلوم ہوا کہ بے عقل جانور بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رفع حاجات کیلئے وسیلہ جانتے ہیں جو انسان ہو کر ان کے وسیلہ کا منکر ہو وہ اونٹ سے زیادہ بے عقل ہے۔

(۲۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل سے ابولہب کے عذاب میں کچھ تخفیف ہوئی کیونکہ اس کی لونڈی ثوبیہ نے حضور سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا؟ (بخاری شریف کتاب الرضا)

معلوم ہوا کہ نبی کا وسیلہ نعمت ہے جس کا فائدہ ابولہب جیسے مردود نے بھی کچھ پالیا۔ مسلمان تو ان کا بندہ بے دام ہے۔

(۲۲) بخاری شریف کتاب المساجد میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کو جاتے ہوئے ہر اس جگہ نماز پڑھتے تھے جہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے حج کے موقع پر نماز پڑھی تھی۔ یہ مقامات بخاری شریف نے بتائے بھی ہیں۔

معلوم ہوا کہ جس جگہ بزرگ عبادت کرے وہ جگہ قبولیت کا وسیلہ بن جاتی ہے۔

بزرگانِ دین کے اقوال

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کا عقیدہ رہا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخلوق کیلئے وسیلۂ عظمیٰ ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ سے اولیاء اللہ اور علماء بھی وسیلہ ہیں۔ ہم صحابہ کرام کے قول اور عمل احادیث کے باب میں بیان کر چکے ہیں۔ اب علماء اور اولیاء کے کلام کو سنو اور اپنا ایمان تازہ کرو۔

۱ ...... حضور غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قصیدہ غوثیہ میں اپنے خداداد اختیارات بیان فرما کر ارشاد فرماتے ہیں:

وکـــل ولـــی لـه قدم وانـی   عـلـی قدم الـنبی بدر الكمال

میں جو دنیا پر راج کر رہا ہوں اور میرے قبضہ میں زمین و زمان، مکین و مکان ہیں

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ولی کسی نہ کسی نقش قدم پر ہوتا ہے اور اس کا مظہر ہوتا ہے۔

میں نبیوں کے چاند رسولوں کے سورج حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم پر ہوں۔

معلوم ہوا کہ حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ میں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسی اہم چیز ہیں کہ انہیں سارے مراتب عالیہ اسی سرکار سے میسر ہوئے۔

۲ ...... اماموں کے امام یعنی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں:

انا طامع بالجور منك ولم يكن   لابی حـنيفة فی الانام سواك

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حضور کی عطا کا اُمیدوار ہوں

اور مخلوق میں ابوحنیفہ کیلئے آپ کے سوا کوئی نہیں۔

معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا وسیلہ مانتے ہیں۔

۳ ...... امام بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں اور جو مقبول بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ہو چکا ہے۔

ومن تكن برسول الله نصرته   ان تلقه الاسد فی اجامها نجم

یعنی جس کی مدد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمادیں وہ شیروں سے بھی بچ جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ بزرگ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر مصیبت کے دفع کا وسیلہ مانتے ہیں۔

٤......حضرت شیخ سعدی شیرازی قدس سرہٗ اپنی کتاب بوستان میں فرماتے ہیں:

شنیدم کہ در روز امید و بیم بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالٰی نیکوں کے وسیلہ سے بُروں کو بخش دے گا۔

معلوم ہوا کہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ علماء و صالحین کے وسیلہ سے گنہگاروں کی مغفرت مانتے ہیں۔

٥......شیخ عطار فرید الدین قدس سرہٗ پند نامہ عطار میں فرماتے ہیں:

آنکہ آمدنہ فلک معراج او انبیاء و اولیاء محتاج او

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وہ شان والے ہیں کہ نو آسمانوں کی معراج فرمائی

اور تمام نبی و ولی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاجت مند ہیں۔

معلوم ہوا کہ شیخ عطار قدس سرہٗ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سارے نبیوں اور ولیوں کا وسیلہ مانتے ہیں۔

٦......مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں:

اگر نام محمد را نہ آوردے شفیع آدم نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام توبہ نہ کرتے تو ان کی توبہ کبھی قبول نہ ہوتی

اگر حضرت نوح علیہ السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ نہ پکڑتے تو غرق سے نجات نہ پاتے۔

معلوم ہوا کہ مولانا جامی علیہ الرحمۃ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو قبول دعا کا اور آفات سے بچنے کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔

٧......مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ العزیز اپنی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

اے بسا درگور خفتہ خاک وار بہ زصدا حیاء نفع و انتشار

سایہ او بود و خاکش سایہ مند صد ہزاراں زندہ در سایہ وے اند

بہت سے قبروں میں سونے والے بندے ہزاروں زندوں سے زیادہ نفع پہنچاتے ہیں۔

ان کی قبر کی خاک بھی لوگوں پر سایہ فگن ہے۔ لاکھوں زندہ ان قبر والوں کے سایہ میں ہیں۔

معلوم ہوا کہ مولانا قدس سرہٗ اللہ تعالٰی کے پیارے بندوں کو وفات کے بعد زندوں کا وسیلہ مانتے ہیں۔

۸......دُرودِ تاج شریف جو تمام اولیاء وعلماء کا وِردو وظیفہ ہے۔ اس میں ہے:

وسیلتنا فی الدارین

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دُنیا وآخرت میں ہمارے وسیلہ ہیں۔

۹......مثنوی شریف میں مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

پیر را بگزیں کہ بے پیرایں سفر | ہست بس پر آفت و خوف و خطر
چوں گرفتی پیر ہیں تسلیم شو | ہمچو موسےٰ زیر حکم خضر رو
گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن | گرچہ طفلے راکشد تو موم کن

پیر پکڑلو کیونکہ آخرت کا سفر بغیر پیر کے بہت خطرناک ہے اور جب پیر اختیار کرو

تو اس کے تابع فرمان ہو جاؤ جیسے موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے کہ اگر پیر کشتی کو توڑ دے

تو دم نہ مارو۔ اگر بچہ کا بلا قصور قتل کردے تو اعتراض نہ کرو۔

معلوم ہوا کہ پیر کا وسیلہ پکڑنا مولانا کے نزدیک لازم ہے۔

۱۰......شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

مپندار سعدی کہ راہ صفا | توں یافت جز درپے مصطفیٰ

اے سعدی یہ خیال بھی نہ کرنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر تم راہ ہدایت پاسکو گے

یعنی ایمان لانے اور اعمال کرنے کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ کی ہر جگہ ضرورت ہے۔

۱۱ ...... حنفیوں کے معتبر عالم ملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب نزہۃ الخاطر الفاطرنی ترجمۃ شیخ عبدالقادر صفحہ ۶۱ میں فرماتے ہیں کہ حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

من استغاث بی فی کربة کشفت عنه و من نادانی باسمی فی شدة فرجت عنه و من توسل بی الی الله فی حاجتهٖ قضیت

یعنی جو کوئی مصیبت میں مجھ سے مدد مانگے تو وہ مصیبت دُور ہوگی
اور جو کوئی تکلیف میں میرا نام لے کر پکارے تو تکلیف رفع ہوگی۔

اس کے بعد مولانا علی قاری نمازِ غوثیہ کی ترکیب بتا کر فرماتے ہیں:

اس کا بارہا تجربہ کیا گیا۔ صحیح ثابت ہوا۔ ملا علی قاری حضور غوثِ پاک کا وسیلہ پکڑ کر فرماتے ہیں کہ دُرست ہے اور حضور غوث پاک اپنا وسیلہ پکڑنے کا حکم دیتے ہیں۔ یہ ملا علی قاری وہ بزرگ ہیں جن کو دیوبندی وہابی بڑے زور و شور سے مانتے ہیں۔

۱۲ ...... شامی شریف کے مقدمہ میں ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

انی لا تبرك بابی حنیفة و اجی الیٰ قبرهٖ فاذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین و سالت الله عند قبرهٖ فتقضٰی سریعا

یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر آتا ہوں۔ جب مجھ کو کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے
تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر ربّ سے دعا کرتا ہوں
تو فوراً حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

مذہب کے اتنے بڑے امام یعنی امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شریف کو وسیلہ دعا بنا کر سفر کر کے وہاں آتے ہیں اور ان کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں۔

۱۳ ...... حصن حصین شریف کے شروع میں آدابِ دعا ارشاد فرمائے اس میں بحوالہ بخاری و بزاز دعا کا ایک ادب یہ بیان فرمایا:

و ان یتوسل الی الله تعالیٰ بالانبیاء والصالحین من عبادهٖ

یعنی دعا مانگے انبیاء اور نیک بندوں کے وسیلہ سے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا نام دعا کی قبولیت کا وسیلہ ہے۔

۱۴ ......اس کی شرح میں شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

خصوصاً حضرت سیّد المرسلین محبوب ربّ العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ رجاء قبول بطفیل وے اکثر واتم واد فریاد اکمل است وفعل انبیاء مرسلین وسیرت سلف صالحین است

یعنی خصوصیت سے حضرت سیّد المرسلین محبوب ربّ العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرے کہ اس میں قبولیت بہت زیادہ ہے اور گزشتہ پیغمبروں اور بزرگوں کی یہ سنت ہے۔

اس جگہ شیخ عبدالحق صاحب علیہ الرحمۃ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے قبول ہوئی۔

۱۵ ......اس کی شرح الحرز الوصلین میں ملا علی قاری فرماتے ہیں: من المندوبات یعنی وسیلہ مستحب ہے۔

۱۶ ......فقہا فرماتے ہیں کہ استسقا یعنی بارش مانگنے کی نماز میں جب جائیں تو شیر خوار بچوں کو ماؤں سے علیحدہ کردیں اور جانوروں کو ساتھ لے جائیں کہ ان کے وسیلہ سے دعا ہو اور بارش ہو۔ دیکھو عالمگیری شامی جوہرہ وغیرہ۔

۱۷ ......سلطان محمود غزنوی جب سومنات کے حملہ میں گھر گیا تو آپ نے شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے جبہ کو سامنے رکھ کر دعا کی کہ مولا! اس کے وسیلہ سے فتح دے اور ایسی فتح پائی کہ آج تک مشہور ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا جبہ اسی لئے دیا تھا جو وسیلہ ثابت ہوا۔

اقوالِ مخالفین

﴿ دیوبندیوں کے پیشوا بھی وسیلہ پر عقیدہ رکھتے تھے ہم وہ بھی پیش کرتے ہیں ﴾

۱...... مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب نیل الشفاء بنعل مصطفٰی میں میں فرماتے ہیں کہ فی زمانہ کثرتِ معاصی کی وجہ سے ہم پر بلیات کا ہجوم ہے اور دل وزبان کی کیفیت خراب ہونے کی وجہ سے توبہ استغفار قبول نہیں ہوتی۔ البتہ اگر کوئی وسیلہ قوی ہو تو اسکی برکت سے حضور قلب بھی میسر ہوسکتا ہے اور اُمید قبول بھی ہے۔ ان وسائل کے بہ تجربہ بزرگان نقشہ نعل مقدسہ حضور سرور عالم فخر دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہایت قوی البرکات اور سریع الاثر پایا گیا ہے۔

غور کیجئے! مولوی صاحب نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعلین شریف کے نقشہ کو جو ہم خود کھینچ لیتے ہیں۔ قبول دعا کیلئے بہترین وسیلہ بتایا تو جس شہنشاہ کے جوتوں شریف کا نقشہ قبول دعا کا وسیلہ ہے تو خود نعل شریف کیسا وسیلہ ہوگا اور پھر اس جوتہ شریف کو پہننے والا اللہ کا پیارا معراج والا تخت وتاج والا کس درجہ کا وسیلہ ہوگا۔

۲...... یہ ہی مولوی اشرف علی صاحب اپنی اسی کتاب میں اسی نقشہ نعلین مبارک سے وسیلہ پکڑنے کا طریقہ یوں بیان کرتے ہیں: اس نقشہ کو باادب اپنے سر پر رکھے اور تضرع تمام جناب باری میں عرض کرے کہ الٰہی جس مقدس پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشہ نعل شریف کو سر پر لیے ہوئے ہوں ان کا ادنیٰ درجہ کا غلام ہوں۔ الٰہی اسی نسبت غلامی پر نظر فرما کر، اسی نقشہ نعل شریف کے میری فلاں حاجت پوری فرما۔ پھر فرماتے ہیں پھر سر پر سے اُتار کر اپنے چہرے پر ملے اور اس کو بہت سے بوسے دے۔

۳...... یہ ہی مولوی اشرف علی صاحب اسی کتاب میں اسی نقشہ نعلین شریف کی برکات اس طرح بیان کرتے ہیں...... اسی نقشہ کی آزمائی ہوئی برکت یہ ہے کہ جو شخص تبرکاً اس کو اپنے پاس رکھے: ظالموں کے ظلم سے، دشمنوں کے غلبہ سے، شیطان سرکش سے، حاسد کی نظر بد سے امن وامان میں رہے۔ اگر حاملہ عورت دردِ زہ کی شدت میں اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں رکھے بفضلہٖ تعالیٰ اس کی مشکل آسان ہوجائے۔ الخ

موجودہ دیوبندی حضرات اپنے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب کی عبارتیں غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ مولوی صاحب مذکور نے کس دھڑلے سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعل شریف کے نقشہ کو وسیلہ مانا ہے اور لوگوں کو اس کا حکم دیا ہے بلکہ آخر کتاب میں فرماتے ہیں اور اس کو وسیلہ برکت سمجھیں۔ کتاب کے آخری صفحہ پر اسی نعل شریف کا نقشہ کھینچ کر دکھایا ہے۔

۴...... مولوی اشرف علی صاحب کے خلیفہ مولوی عبدالمجید صاحب نے مناجات مقبول کے آٹھوں حزب میں جس کا انہوں نے اضافہ کیا ہے، یہ اشعار لکھے:

ہیں جو تیرے بندہ خاص اے غنی — مولوی اشرف علی تھانوی
اس کے صدقہ میں دعا مقبول کر — یہ مناجات التجا مقبول کر

دیکھئے! اپنے پیر کے توسل سے دعا قبول کرا رہے ہیں۔ یہ ہے پیر کا وسیلہ!

۵...... مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند قصائد قاسمی میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

ترے بھروسہ پہ رکھتا ہے غرہ طاعت — گناہ قاسم برگشتہ بخت بد اطوار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا — بنے گا کون ہمارا سوا ترے غمخوار

دیکھو! مولوی محمد قاسم صاحب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھروسہ رکھتے ہیں اس سے بڑھ کر وسیلہ کیا ہو سکتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

برا ہوں بد ہوں گنہگار ہوں پر تیرا ہوں — ترا کہیں ہیں مجھے گو کہ ہوں میں نانجار

۶...... مولوی اسمٰعیل صاحب صراط مستقیم دوسری ہدایت میں صفحہ ۶۰ میں فرماتے ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے شیخین پر بھی ایک گونہ فضیلت حاصل ہے اور وہ فضیلت آپ کے فرمانبرداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولایت وقطبیت بلکہ قطبیت وغوثیت وابدالیت اور انہیں جیسے باقی خطابات آپ کے زمانہ سے لیکر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کے وساطت سے ہوتے ہیں اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔

اسی عبارت میں مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے دنیا کی نعمتیں جیسے بادشاہت وامارت اور آخرت کی نعمتیں جیسے ولایت وغوثیت سب کو ملتی ہیں۔

۷......مولوی اشرف علی صاحب اپنی کتاب شیم الطیب ترجمہ شیم الحبیب میں حسب ذیل اشعار تحریر فرماتے ہیں:

دستگیری کیجئے میری نبی! کشمکش میں ہوں تم ہی میرے ولی
جز تمہارے کہاں ہے میری پناہ فوج کلفت مجھ پر آ غالب ہوئی
ابن عبداللہ! زمانہ ہے خلاف اے مرے مولا خبر لیجئے مری

اسی کتاب میں مولوی صاحب مثنوی شریف کا یہ شعر بھی نقل کرتے ہیں:

دستگیری کیجئے میری نبی! کشمکش میں ہوں تم ہی میرے ولی
نام احمد چوں حصارے شد حصین پس چہ باشد ذات آں روح الامیں

جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام مضبوط قلعہ ہے تو اس روح امین کی ذات مبارک کیسی ہوگی۔

۸......شاہ ولی اللہ صاحب کشف قبور کے عمل میں تحریر فرماتے ہیں:

بعدہ ہفت کرہ طواف کند' دوران تکبیر بخواند و آغاز از راست کند و بعدہ بطرف رخسار نہد

اس کے بعد قبر کا سات چکر طواف کرے اور اس طواف میں تکبیر کے دائیں سے شروع کرے
بعد میں قبر کی بائیں طرف اپنا رخسار رکھے۔

اس عبارت کو مولوی اشرف علی تھانوی نے کتاب حفظ الایمان میں نقل فرما کر اس عمل کے جائز ثابت کرنے کی کوشش کی۔

ان مذکورہ بالا عبارات سے پتا لگا کہ بزرگوں کی ذات تو بہت اعلیٰ ہے ان کا نام بلکہ ان کی قبروں کی مٹی بھی وسیلہ ہے۔

۹.....شاہ ولی اللہ صاحب القول الجمیل میں مرید کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ثم یتلو الشیخ هاتین الأیتین یآیها الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰه وابتغوا الیه الوسیلة یعنی پھر مرشد مرید کرتے وقت یہ دو آیتیں پڑھے پہلی آیت یہ ہے: یآیها الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰه اور دوسری آیت: وابتغوا الیه الوسیلة۔

اس کی اُردو شرح میں مولوی خرم علی صاحب وہابی کہتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ دوسری آیت یآیها الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰه میں وسیلہ سے مراد مرشد کی بیعت ہے۔ آگے کہتے ہیں کہ ممکن نہیں کہ وسیلہ سے مراد ایمان لیجے اس واسطے کہ خطاب اہل ایمان سے ہے۔ چنانچہ یآیها الذین اٰمنوا اس پر دلالت کرتا ہے اور عمل صالح مراد نہیں ہوسکتا کہ وہ اتقوا اللّٰه میں داخل ہے۔ اس واسطے کہ تقویٰ عبادت ہے امتثال اوامر اور اجتناب نواہی سے اس واسطے کہ قاعدہ عطف کا مغایرت بین المعطوف والمعطوف علیہ ہے۔ اس عبارت میں صاف طور پر مان لیا کہ وابتغوا الیه الوسیلة میں وسیلہ مراد نہ ایمان کا وسیلہ نہ اعمال بلکہ مرشد کا وسیلہ مراد ہے ورنہ معطوف و معطوف علیہ کا فرق نہ ہوگا۔

۱۰......مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندیوں کے شیخ الہند اپنے مرشد مولوی رشید احمد صاحب کے مرثیہ میں لکھتے ہیں:

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یا رب
گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی
خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے
مرے مولیٰ مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

مولوی صاحب اپنے مرشد کو جسمانی و روحانی حاجت روا اور انہیں خلقت کا مربی مانتے ہیں اس سے بڑھ کر وسیلہ کیا ہوسکتا ہے۔

عقلی دلائل

عقل کا بھی تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے حسب ذیل دلائل ہے۔

۱ ......ربّ تعالیٰ غنی اور ہم سب فقیر' جیسا کہ ارشاد تبارک وتعالیٰ ہے: واللّٰہ الغنی و انتم الفقرآء (۴۷-۳۸) اور وہ غنی ہمیں بغیر وسیلہ کے کوئی نعمت نہیں دیتا۔ ماں باپ کے وسیلہ سے جسم دیتا ہے، استاد کے ذریعہ علم، پیر کے ذریعہ ایمان، مالداروں کے ذریعہ سے دولت، فرشتہ کے ذریعہ سے شکل، ملک الموت کے ذریعہ سے موت، غرضیکہ کوئی نعمت بغیر وسیلہ نہیں دیتا۔ تو ہم فقیر محتاج ہو کر بغیر وسیلہ کے اس سے کیسے لے سکتے ہیں۔ وہ داتا اور غنی اور ہم منگتے اور فقیر، اگر ہم نے بغیر وسیلہ اس سے لے لیا تو اس سے بڑھ گئے۔

۲ ......دنیا ادنیٰ اور تھوڑی ہے۔ آخرت اعلیٰ اور زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قل متاع الدنیا قلیل (۴-۷۷) اور فرماتا ہے: والأخرۃ خیر وابقی (۸۷-۱۷) جب دنیا حقیر چیز بغیر وسیلہ نہیں ملتی تو آخرت جو دنیا سے اعلیٰ ہے بغیر وسیلہ کیونکر مل سکتی ہے۔ اس لئے قرآن و ایمان دینے کیلئے پیغمبر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو مبعوث فرمایا۔

۳ ...... ہمارے اعمال کی مقبولیت مشکوک ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اولیاء اللہ کی مقبولیت یقینی ہے۔ جب مشکوک اعمال وسیلہ بن سکتے ہیں تو یقینی طور پر مقبول بندے درجہ اولیٰ وسیلہ ہیں۔

٤ ......اعمال صالحہ وسیلہ ہیں ربّ سے ملنے کا اور اعمال کا وسیلہ انبیاء' اولیاء' علماء تو یہ حضرت وسیلہ کے وسیلہ ہوئے اور وسیلہ کا وسیلہ بھی وسیلہ ہے۔ لہٰذا یہ حضرات بھی وسیلہ ہیں۔

٥ ......حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے تین سو سال تک خانہ کعبہ میں بت رکھتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست اقدس سے کعبہ پاک وصاف کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ کعبہ معظمہ جو خدا تعالیٰ کا گھر ہے وہ بھی بغیر وسیلہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پاک نہ ہو سکا تو ہمارے دل بغیر اس ذات کریم کے وسیلہ کے ہرگز پاک نہیں ہو سکتے۔

٦ ......اسلام میں پہلے بیت المقدس تھا پھر حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواہش پر کعبہ معظمہ قبلہ بنا تاکہ معلوم ہو کہ وہ قبلہ جو ہزار ہا عبادات کی صحت کا وسیلہ ہے وہ بغیر حضور کے قبلہ نہ بن سکا۔ لہٰذا تمہارا کوئی کام بغیر وسیلہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقبول نہیں ہو سکتا۔

۷ ......ربّ فرماتا ہے: وکونوا مع الصادقین سچوں کے ساتھ رہو اور سارے سچے اولیاء' علماء وسیلہ کے قائل رہے لہٰذا وسیلہ کا ماننا ہی سچا راستہ ہے۔

۸......شیطان نے ہزاروں برس بغیر وسیلہ والی عبادات کیں مگر وسیلہ والا ایک سجدہ نہ کیا تو مردود ہوگیا۔ ملائکہ نے وسیلہ والا سجدہ کرکے محبوبیت پائی۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ والی عبادت تھوڑی بھی ہو تو وہ بھی مقبول بارگاہِ الٰہی ہے۔

۹......قیامت میں سب سے پہلے تلاش وسیلہ کی ہوگی پھر دوسرے کام یعنی بغیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کے ربِّ تعالیٰ کوئی کام شروع نہ فرمائے گا تاکہ معلوم ہو کہ آخرت میں ہماری عبادتیں ختم ہو جائیں گی مگر وسیلہ پکڑنا وہاں بھی باقی ہے۔

۱۰......اگر بغیر وسیلہ عبادات دُرست ہوتیں تو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللّٰہ کے بعد محمّد رسول اللّٰہ نہ ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ توحید بھی وہی معتبر ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے مانی جائے عقلی توحید کا اعتبار نہیں کلمہ طیبہ کے پہلے جز میں توحید اور دوسرے جز میں وسیلہ توحید۔

۱۱......نماز التحیات سے اور دُرود شریف سے مکمل ہوتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابرکات نام کے بغیر نماز بھی نہیں ہوتی جو اصل عبادت ہے۔

۱۲......قبر میں مردہ سے تین سوال ہوتے ہیں۔ پہلا سوال توحید کا اور دوسرا دین کا مگر ان دونوں سوالوں کے جواب دُرست دینے پر بھی بندہ کامیاب نہیں ہوتا اور جنت کی کھڑکی نہیں کھلتی۔ سوال تیسرا یہ ہوتا ہے: ما کنت تقول فی حق ھذا الرجل تُو اس کالی زُلفوں والے ہرے گنبد والے محبوب کو کیا کہتا تھا؟ دیکھ یہ تیرے سامنے جلوہ گر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار بندہ جواب دیتا ہے کہ یہ میرے رسول میری نبی ہیں اور میں ان کا اُمتی ہوں۔ نکیرو! پہچانتا ہوں ان کو یہ میرے مولا یہ میرے داتا مگر تم ان سے تو پوچھواتا یہ مجھ کو اپنا تار ہے ہیں۔ تب بندہ پاس ہوتا ہے اور آواز آتی ہے: صدق عبدی افتحوا لہ بابا من الجنۃ میرا بندہ سچا ہے اس کیلئے جنت کا دروازہ کھول دو۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ کے بغیر قبر میں بھی کامیابی نہیں ہوتی وہاں اعمال کا ذکر نہیں ہوتا۔ اعمال کا ذکر تو قیامت میں ہوگا۔

۱۳ ...... دنیا آخرت کا نمونہ ہے کہ یہاں سے حالات دیکھ کر وہاں کا پتا لگاؤ کہ ایسے ہی وہاں بھی ہوگا۔ اس لئے قرآن کریم میں دنیا کے حالات سے آخرت پر استدلال کیا گیا ہے۔ دنیا میں اصل فیض دینے والا ایک ہوتا ہے اور اس سے پہلا فیض لینے والا بھی ایک ہی ہوتا ہے۔ پھر وسیلہ کے ذریعہ یہ فیض اوروں تک پہنچتا ہے۔ بادشاہ ایک' اس کا وزیر ایک' پھر حکام کے ذریعہ اس کے احکام رعایا تک پہنچتے ہیں۔ سورج ایک اس کا وزیر اعظم چاند بھی ایک پھر اس سے فیض لیتے ہیں بے شمار تارے' درخت کی جڑ ایک اور اس کا تنا ایک پھر گدے چند اور شاخیں سینکڑوں اور پتے ہزاروں' ان ہزاروں پتوں میں جڑ کا فیض تنے اور گدوں اور شاخوں کے وسیلہ سے پہنچتا ہے۔ انسان کا دل جو گویا جسم کا بادشاہ ہے وہ ایک اس دل کا وزیر اعظم جگر ایک' پھر بہت سی رگیں وسیلہ کے طور پر جسم میں پھیلی ہوئی ہیں جن سے جسم کا ہر حصہ دل کا فیض لیتا ہے۔

پس اس طرح ربّ تعالیٰ شہنشاہ اعلیٰ حکم الحاکمین ایک اور محبوب اعظم حضور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ایک جو ربّ تعالیٰ سے فیض لیتے ہیں پھر اولیاء علماء وسیلہ کی طرح عالم میں پھیلے ہوئے ہیں جن کے ذریعہ ربّ کا فیض عالم کے ذرہ ذرہ میں پھیل رہا ہے۔ ان وسائل کو چھوڑنے والا ربّ کا فیض حاصل نہیں کرسکتا۔

۱۴ ...... جب کمزور قوی سے فیض لینا چاہے تو درمیان میں ایسے وسیلہ کی ضرورت ہوتی ہے جو قوی سے فیض لینے اور کمزوروں کو فیض دینے پر قادر ہو۔ اگر روٹی کو گرم کرنا ہے تو درمیان میں توے کی ضرورت ہے اور اگر سورج کو دیکھنا ہے تو بیچ میں اس ٹھنڈے شیشہ کی ضرورت ہے جو سورج کی تیز شعاعوں کو ٹھنڈا کر کے آنکھ کے دیکھنے کے قابل بنا دے۔ اللہ تعالیٰ قوی ہے ان اللّٰہ لقوی عزیز (۲۲-۴۰) اور تمام بندے کمزور اور ضعیف خلق الانسان ضعیفا (۴-۲۸) ناممکن تھا کہ کمزور اور ضعیف بندہ بلاواسطہ غالب قوی ربّ سے فیض لے لیتا۔ روٹی نار سے بلاواسطہ فیض لینے سے مجبور و معذور ہے تو ہم کمزور نور مطلق سے فیض لینے سے معذور ہیں اسی لئے خالق ومخلوق۔ ربّ و مربوب کے درمیان ایک ایسے برزخ کبریٰ کی ضرورت تھی جو ربّ سے فیض لینے اور مخلوق کو فیض دینے پر قادر ہو۔ ادھر ربّ اعلان کرے وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحٰی (۵۳-۳) نبی کا کلام ربّ کا فرمان ہوتا ہے۔ ادھر وہ برزخ کبریٰ انما انا بشر مثلکم (۱۸-۱۱۰) کہہ کر بندوں کو اپنی طرف مائل فرمائے کہ اے لوگو گھبراؤ نہیں میں تم جیسا ہی بشر ہوں، فرشتہ یا جن وغیرہ کی جنس سے نہیں ہوں۔ اسی وسیلہ عظمٰی کا نام محمد مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے۔

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

۱۵ ...... اگر اللہ تعالیٰ کے بندوں کا وسیلہ پکڑنا بُرا اور ناجائز ہے تو نماز بھی منع ہونی چاہئے کیونکہ بالغ مردہ کیلئے ہم وسیلہ بن کر دعا کرتے ہیں: اللھم اغفر لحینا و میتنا اور نابالغ مردہ کو ہم اپنا وسیلہ بناتے ہیں اور دعا کرتے ہیں: اللھم اجعلہ لنا فرطا و اجعلہ لنا اجرا و ذخرا و اجعلہ لنا شافعا و مشفعا خدایا! اس بچہ کو قیامت میں ہمارا پیش رو بنا کر ہمیں جنت میں لے جا اور ہمارے لئے ثواب کا وسیلہ اور نیکی کا ذخیرہ بنا اور اسے ہمارا سفارشی بنا، نماز جنازہ وسیلہ پر ہی قائم ہے۔

۱۶ ...... مسجد نبوی شریف میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار ہے کیوں؟ کیا دوسری مسجدیں خدا کا گھر نہیں ہیں؟ صرف اسی لئے یہ ثواب بڑھا کہ اس میں حضور مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں۔ اسی طرح مسجد بیت المقدس میں کئی ہزار پیغمبر جلوہ گر ہیں۔ کعبہ میں بھی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ اس لئے کہ وہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام پیدائش ہے اور وہاں بیت اللہ چاہ زمزم اور مقام ابراہیم ہے۔ ان کے وسیلہ سے ثواب زیادہ ہو گیا وسیلہ والی عبادت کا درجہ زیادہ ہے۔

۱۷ ...... اور مسجدوں میں پہلی صف کا درجہ زیادہ مگر مسجد نبوی میں تیسری صف کا ثواب بڑھ کر اور مسجدوں میں صف کا داہنا حصہ افضل مگر مسجد نبوی شریف میں صف کا بایاں حصہ افضل کیوں؟ اسلئے کہ تیسری صف روضہ شریف سے قریب تر ہے اور روضہ پاک مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کی بائیں طرف ہے جیسے جسم میں دل' اب بائیں طرف کھڑے ہونے میں روضہ پاک سے زیادہ قریب ہوگا اور جتنا زیادہ قریب اتنا ثواب زیادہ۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات مقبولیت کیلئے وسیلہ عظمیٰ ہے۔

۱۸ ...... بزرگوں کا وسیلہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب یہ ایسے مسائل ہیں جن کے مسلمان تو کیا کفار منافقین بلکہ جانور بھی قائل تھے دیکھو فرعون پر جب عذاب آتا تھا تو موسیٰ علیہ السلام سے دعا کراتا تھا۔ ابو جہل وغیرہ کفار قحط اور دیگر مصیبتوں میں حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس دعا کیلئے آتے تھے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: وقالوا یایہ الساحر ادع لنا ربك بما عھد عندك لئن کشفت عنا الرجز (۷-۱۳۴) اور (۴۳-۴۹) فرعون نے ڈوبتے وقت کہا: آمنت برب موسیٰ و ھارون (۲۶-۴۸) جانور مصیبت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس فریاد لاتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ فریاد رس ہی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

۱۹ ...... اگرچہ ریل ساری لائن سے گزرتی ہے مگر ملتی اسٹیشن پر ہی ہے۔ ایسے ہی ربّ کی رحمت کے اسٹیشن انبیائے کرام اور اولیائے عظام ہیں اس لئے ان کے پاس جاؤ۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ولوا انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤك (۴-۶۴) یہی وسیلہ ہے۔

۲۰...... بادشاہ کی خاطر عمدہ جگہ اعلیٰ ہوا اور دیگر تکلفات کا انتظام ہوتا ہے جو بادشاہ کے پاس آ کر بیٹھ جائے تو وہ بھی ان چیزوں سے فائدہ اُٹھا لیتا ہے۔ ایسے ہی جہاں اللہ تعالیٰ کے پیارے ہوتے ہیں وہاں ربّ کی رحمت کے پنکھے چلتے ہیں جو ان کی بارگاہ میں اِخلاص سے حاضر ہو جائے وہ بھی اس سے فائدہ اُٹھا لیتے ہیں، یہی وسیلہ ہے۔ اسی لئے بزرگوں کے مزارات کے پاس گنہگار اپنی قبریں بنواتے ہیں، مسجدیں تیار کراتے ہیں، وہ عبادات کرتے ہیں تا کہ انکے طفیل بخشش ہو اور نماز زیادہ قبول ہو۔

۲۱...... اگر معمولی کام کا تعلق پیغمبر سے ہو جائے تو اچھا بن جاتا ہے اور اگر اچھے کام کا تعلق پیغمبر سے نہ ہو تو برا ہو جاتا ہے۔ نفس اور نام کیلئے لڑنا فساد کہلاتا ہے اور حضور مصطفیٰ علیہ السلام کی عظمت کیلئے لڑنا جہاد کہلاتا ہے۔ فساد گناہ اور جہاد اعلیٰ عبادت ہے۔ قابیل اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے قریباً ایک قسم کا قصور ہوا لیکن قابیل کے قصور کی بنا عورت کی محبت تھی اور ان کے قصور کی بنا نبی کی محبت پر یہ چاہتے تھے کہ یوسف علیہ السلام کو علیحدہ کراؤ تو حضرت یعقوب علیہ السلام ہم سے محبت کریں گے۔ لہٰذا نتیجہ میں یہ فرق ہے کہ قابیل تو مردود مرا اور یہ لوگ محبوب بن گئے کہ انہیں تاروں کی شکل میں حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ پیغمبر اعلیٰ چیز ہے۔

وسیلہ اولیاء اللہ پر اعتراضات و جوابات

ساری اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتفاق رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ پکڑا جائے جیسے پہلے باب میں گزر چکا ہے مگر اب آخر زمانہ میں ایک ملحد ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم نے وسیلہ اولیاء اللہ کا انکار کیا۔ علمائے دین نے ابن تیمیہ کو گمراہ کن فرمایا ہے۔ موجودہ زمانہ کے وہابی دیوبندی ابن تیمیہ کی پیروی میں وسیلہ کے منکر ہو گئے اب چونکہ اسی مسئلہ پر زور ہے اس لئے ہم اس باب میں ان کے تمام ان دلائل کا جواب دیتے ہیں جو اَب تک وہ پیش کر سکے ہیں بلکہ عام وہابی دیوبندیوں کو یہ اعتراضات معلوم ہی نہیں ہوتے جو ہم ان کی وکالت میں بنا کر جواب دیتے ہیں۔ ربّ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

بعض دیوبندی تو وسیلہ اولیاء اللہ کے مطلقاً منکر ہیں اور بعض وفات یافتہ بزرگوں کے وسیلہ ہونے کے منکر ہیں اور زندہ ولیوں کے وسیلہ کے قائل ہیں ہم دونوں کے دلائل اور جواب عرض کرتے ہیں۔

اعتراض ۱...... ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

ومالکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر (۲-۱۰۷)

یعنی تمہارا مددگار خدا کے سوا کوئی نہیں۔

معلوم ہوا کہ ربّ تعالیٰ مددگار ہے اور کسی کو وسیلہ بنانا ایک طرح مددگار ماننا ہے یہ شرک ہے۔

جواب...... اس کے تین جواب ہیں ایک یہ کہ من دون اللہ سے مراد ہے خدا تعالیٰ کے مقابل ہو کر یعنی اگر ربّ تمہیں عذاب دینا چاہے تو کوئی خدا کے مقابل اس کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ لہٰذا ولی اللہ کا وسیلہ دُرست ہے۔ ربّ فرماتا ہے:

وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہٖ و علی اللہ فلیتوکل المؤمنون (۳-۱۶۰)

اگر ربّ تعالیٰ ہی تمہیں رُسوا کرنا چاہے تو تمہاری مدد کون کر سکتا ہے۔ مسلمانوں کو ربّ ہی پر توکل کرنا چاہئے۔

یہ آیت تمہاری پیش کردہ آیت کی تفسیر ہے دوسرے یہ کہ یہاں مدد سے مستقل مدد مراد ہے یعنی مستقل مدد ربّ تعالیٰ کی ہی ہے۔ باقی وسیلوں کی مدد ربّ تعالیٰ کے اذن اور اسی کی اجازت سے ہے۔ تیسرے یہ کہ اس سے مراد ہے اگر تم کفر اختیار کرو تو تمہارا مددگار کوئی نہیں۔ ربّ فرماتا ہے: وما للظالمین من انصار (۲-۲۷۰) ظالموں یعنی کافروں کا کوئی مددگار نہیں۔ اگر یہ مطلب نہ کئے جائیں تو بتاؤ اس آیت کے کیا معنی ہوئے: انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون (۵-۵۵) یعنی اے مسلمانو! تمہارے مددگار اللہ اور اس کا رسول اور وہ مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔

یہاں تین ذاتوں کو ولی فرمایا گیا۔ نیز فرماتا ہے: والمؤمنون والمؤمنات بعضھم اولیآء بعض (۹-۷۱) مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں بعض بعض کے مددگار ہیں۔ ان میں ماسوا اللہ کی مدد کا ثبوت ہے اور تمہاری پیش کردہ آیت میں ان کی نفی ہے تو ایسے معنی کرو جس سے تعارض پیدا نہ ہو۔

اعتراض ۲...... ربّ تعالیٰ کفار کا کفریہ عقیدہ بیان کرتا ہے:

ما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفى (۳-۳۹)

یعنی ہم نہیں پوجتے ان کو مگر اس لئے کہ ہمیں ربّ تعالیٰ سے قریب کر دیں۔

معلوم ہوا کہ کفار بتوں کو خدا نہیں مانتے مگر خدا کی رسی کا وسیلہ سمجھتے تھے جسے شرک کہا گیا ہے لہٰذا کسی کو وسیلہ سمجھنا شرک ہے۔

جواب...... اسکے بھی دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ وسیلہ ماننے کو ربّ نے کفر نہیں فرمایا بلکہ ان کے پوجنے کو شرک کہا۔ فرمایا: نعبدهم ہم اس لئے انہیں پوجتے ہیں۔ کسی کو پوجنا واقعی شرک ہے۔ اگر کوئی عیسیٰ علیہ السلام یا کسی ولی کی عبادت کرے وہ مشرک ہے۔ الحمدللہ مسلمان کسی وسیلہ کی پوجا نہیں کرتے۔ دوسرے یہ کہ مشرکین نے بتوں کو وسیلہ بنایا جو خدا کے دشمن ہیں۔ مسلمان اللہ کے پیاروں کو وسیلہ سمجھتا ہے وہ کفر اور یہ ایمان دیکھو مشرک گنگا کا پانی لاتا ہے تو مشرک اور مسلمان آب زم زم لاتے ہیں وہ مومن ہیں کیونکہ مسلمان آب زمزم کی اسلئے تعظیم کرتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کا معجزہ ہے اور پیغمبر کی تعظیم ایمان ہے اسی طرح مشرک ایک پتھر کے آگے سر جھکاتا ہے وہ مشرک ہے آپ بھی کعبہ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں بلکہ مقام ابراہیم کو سامنے لیکر حج میں نماز پڑھتے ہیں۔ آپ مومن ہیں کیوں؟ اس لئے کہ کافر کے پتھر کو بت سے نسبت ہے اسی لئے وہ اس تعظیم سے کافر ہے اور ان چیزوں کو نبیوں سے نسبت ہے ان کی تعظیم میں ایمان ہے۔

دیوالی کی تعظیم شرک ہے مگر رمضان اور محرم کی تعظیم ایمان ہے۔ تفسیر روح البیان شریف میں سورۂ احقاف میں اتخذوا من دون الله قربانا الهة (۲۸-۲۶) کی تفسیر میں فرمایا کہ وسیلہ دو قسم کا ہے۔ وسیلہ ہدیٰ اور وسیلہ ہویٰ یعنی ہدایت کا وسیلہ اور گمراہی کا وسیلہ۔ نبی، ولی، الہام، وحی ہدایت کا وسیلہ ہے اور بت شیطان وسوسے گمراہی کے وسیلے ہیں۔ آیت پیش کردہ میں وسیلہ ہویٰ کو اختیار کرنا کفر ہے۔ وہی اس آیت میں مراد ہے۔

اعتراض ۳......ربّ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

سوآء علیهم استغفرت لهم ام لم تستغفرلهم لن یغفر الله لهم (۶۳-۶)

برابر ہے کہ آپ ان کیلئے دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں نہیں بخشے گا۔

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا مغفرت کا وسیلہ نہیں۔ جب آپ کی دعا کا وسیلہ نہیں تو دیگر اولیاء کا ذکر ہی کیا ہے۔ یہ اعتراض گجرات کے جاہل دیوبندی وہابیوں کا ہے۔

جواب...... یہ آیت منافقین کے حق میں اُتری ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منکر تھے اور دیوبندیوں کی طرح براہ راست ربّ تک پہنچنا چاہتے تھے۔ اس آیت سے پہلے یہ ہے: و اذا قیل لهم تعالوا یستغفرلکم رسول الله لوو اروسهم و رایتهم یصدون و هم مستکبرون (۶۳-۵) جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے دعائے مغفرت کریں تو لوگ یعنی منافق منہ موڑ لیتے اور غرور کرتے ہوئے حاضری بارگاہ سے رُک جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ محبوب! جو آپ سے بے نیاز ہوں اور آپ اپنی رحمت سے ان کیلئے دعائے مغفرت کر بھی دیں ہم تو انہیں نہیں بخشیں گے کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارے وسیلہ کے بغیر جنت میں جائے۔

اس آیت سے تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ نفی۔ یہی قرآن مسلمانوں کے متعلق فرماتا ہے و صل علیهم اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ مسلمانوں کو دعا دیں۔ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا بے کار ہو تو اس کا حکم کیوں دیا گیا ہے۔ جناب بات یہ ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست　　　در باغ لالہ روید ودر شورہ بوم خس

بارش ہے تو فائدہ مند مگر بدقسمت شورہ زمین اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتی۔

اس میں اس زمین کا اپنا قصور ہے نہ کہ بارش کا۔

اعتراض ٤......ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تصل علیٰ احد منہم مات ابدا و لا تقم علیٰ قبرہٖ (۹-۸۴)

یعنی ان میں سے کسی کی آپ نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہوں۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کی نعش کو اپنی قمیص پہنائی اور اس کے منہ میں اپنا لعاب ڈالا اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھی۔تب یہ آیت اُتری جس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کاموں سے منع فرمادیا۔دیکھو حضور کی دعا، نماز جنازہ، قمیص پہنانا، منہ میں لعاب ڈالنا سب بے کار گیا، کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ اس کے اعمال خراب تھے۔معلوم ہوا کہ وسیلہ کوئی چیز نہیں۔

جواب......اس کا جواب اس میں موجود ہے۔ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

انہم کفروا باللّٰہ و رسولہٖ وماتوا وھم فسقون (۹-۸۴)

کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور کفر پر مر گئے اور وہ فاسق ہیں۔

معلوم ہوا کہ چونکہ وہ زندگی میں منافق تھا اور کفر پر موت ہوئی اس لئے اس کیلئے کوئی وسیلہ مفید نہ ہوا، وسیلے مومنوں کیلئے ہیں کافروں کیلئے نہیں۔اعلیٰ دعائیں بیماروں کیلئے مفید ہیں، مردہ کیلئے نہیں اور گناہگار مومن گویا بیمار ہے اور کافر اور منافق مردہ ہے۔

اعتراض ٥......ربّ تعالیٰ قیامت کے بارے میں فرماتا ہے: یوم لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ (۲-۲۵۴) اور کہیں فرماتا ہے فما تنفعہم شفاعۃ الشافعین (۷۴-۴۸) اس دن نہ تجارت ہوگی نہ دوستی کام آئیگی نہ کسی کی سفارش۔ معلوم ہوا کہ قیامت میں سارے وسیلے ختم ہو جائیں گے۔

جواب......یہ سب آیتیں کافروں کیلئے ہیں۔مسلمانوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں اسلئے آگے ربّ فرماتا ہے: والکافرون ھم الظّٰلمون (۲-۲۵۴) مسلمانوں کیلئے ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: الاخلاء یومئذ بعضہم لبعض عدو الا لمتقین (۴۳-۶۷) اس دن سارے دوست دشمن بن جائینگے سوا پرہیزگاروں کے۔کافر کی آیت مومن پر پڑھنا بے دینی ہے۔نیز فرماتا ہے: یوم لا ینفع مال و لا بنون الا من اتی اللّٰہ بقلب سلیم (۲۶-۸۹) اس دن مال واولاد کام نہ آئے گی سوا اس کے جو ربّ کے پاس سلامت دل لے کر آوے۔معلوم ہوا کہ مومن کا مال واولاد قیامت میں کام نہ آئیں گے۔

اعتراض ٦......ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

یایہا الذین اٰمنوا تقوا اللّٰہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہٖ لعلکم تفلحون (۵-۳۵)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح یعنی جنت پاؤ۔

اس میں وسیلہ سے مراد اعمال کا وظیفہ ہے نہ کہ بزرگوں کا کیونکہ جن بزرگوں کو وسیلہ بناتے ہو وہ خود اعمال کرتے ہیں۔

جواب......اس کے چند جواب ہیں۔ایک یہ کہ اعمال تو اتقوا اللہ میں آ چکے تھے اگر وسیلہ سے بھی مراد اعمال ہوں تو آیت میں تکرار بے کار ہوگی۔لہٰذا یہاں وسیلہ سے مراد بزرگوں کا وسیلہ ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر اعمال کا وسیلہ مراد ہے تو مسلمانوں کے بچے دیوانہ مسلمان اور وہ نومسلم جو مسلمان ہوتے ہی مر گیا۔ان کے پاس اعمال نہیں وہ کس کا وسیلہ پکڑیں۔تیسرے اگر اعمال کا وسیلہ مراد ہے تو شیطان کے پاس اعمال بے شمار تھے وہ اس کیلئے وسیلہ کیوں نہ بنے۔ چوتھے یہ کہ اگر اعمال ہی مراد ہوں تو اعمال بھی نبی کے وسیلہ سے حاصل ہوتے ہیں تو وہ حضرات اعمال کے وسیلہ ہوئے اور وسیلہ کا وسیلہ خود وسیلہ ہوتا ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے اعمال بزرگوں کی نقل ہے۔رمی (حج میں کنکر مارنا) حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نقل ہے۔صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نقل ہے۔قربانی کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نقل،طواف میں اکڑ کر چلنا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نقل ہے اسلئے ان اعمال پر ثواب ملتا ہے کہ یہ اچھوں کی نقل ہے۔اس کی نہایت نفیس تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو جس میں بیان کیا گیا ہے کہ روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ، کلمہ غرضیکہ ہر عبادت کسی کی نقل ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ جنت خالی رہ جائے گی تو ایک جماعت جنت بھرنے کیلئے پیدا کی جائے گی۔ بتاؤ اس جماعت نے کون سے اعمال کئے تھے۔

نوٹ ضروری......جنت کا داخلہ تین طرح ہوگا۔کسبی، وہبی، عطائی۔کسبی وہ جس میں جنتی کے عمل کو دخل ہو جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے جزآء بما کانوا یعملون (۳۲-۱۷) جنت وہبی ہے جو کسی بندے کے طفیل سے ملے۔اپنے عمل کو کوئی دخل نہ ہو جیسے مسلمانوں کے نابالغ بچے اور دیوانہ مسلمان کہ یہ جنتی ہیں مگر بغیر اعمال جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے: الحقنا بھم ذریتھم (۵۲-۲۱) جنت عطائی وہ جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملے کسی اور شے کو دخل نہ ہو جیسے جنت بھرنے کیلئے جو مخلوق پیدا ہوگی یا جو بغیر شفاعت جنت میں جائیں گے جنہیں جہنمی کہا جائے گا جن کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ ربّ تعالیٰ اپنا ایک قدرت کا کپ (چلو) جہنمی لوگوں سے بھر کر جنت میں داخل کرے گا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کا ایمان شرعی نہ تھا مگر وسیلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب کو درکار ہے غرضیکہ بغیر اعمال جنت مل سکتی ہے بغیر وسیلہ جنت ہرگز ہرگز نہیں مل سکتی۔

اعتراض ۷......قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کی شفاعت فرمائی تو آپ سے فرمایا گیا:

یا نوح انه لیس من اهلك انه عمل غیر صالح (۱۱-۴۶)

اے نوح! یہ آپ کے گھر والوں سے نہیں اس کے اعمال خراب ہیں۔

معلوم ہوا کہ عمل خراب ہونے پر نبی ولی وسیلہ نہیں۔

جواب ...... جی ہاں اس کنعان کا عمل خراب یہ تھا کہ وہ نبی کے وسیلہ کا منکر تھا اور طوفان آنے پر وہ آپ کے دامن میں نہ آیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا: یا بنی ارکب معنا ولا تکن مع الکٰفرین (۱۱-۴۲) یعنی اے بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ کافروں کیساتھ نہ رہو۔ تو اس نے جواب دیا قال ساٰوی الیٰ جبل یعصمنی من المآء (۱۱-۴۳) میں پہاڑ کی پناہ لے لونگا۔ وہ مجھ کو پانی سے بچالے گا۔ اسلئے غرق ہو گیا۔ اب جو نبیوں کے وسیلہ کا منکر ہے وہ اس سے عبرت پکڑے۔

اس آیت میں تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ انکار۔ اگر حضرت نوح علیہ السلام کا وسیلہ قبول کر لیتا تو ہر گز غرق نہ ہوتا۔

اعتراض ۸......حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کیلئے دعا کرنا چاہی تو فرمادیا گیا:

یا ابراهیم اعرض عن هٰذا انه قدجآء امر ربك و انهم اٰتیهم عذاب غیر مردود (۱۱-۷۶)

یعنی اے ابراہیم ان کیلئے دعا نہ کرو۔ ان پر عذاب آ کر ہی رہے گا۔

دیکھو پیغمبر کی دعا غیر مقبول ہوئی۔

جواب ...... قوم لوط کافر تھی اور کفار کیلئے کوئی وسیلہ مفید نہیں کیونکہ وہ نبی کے وسیلہ کے منکر ہوتے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ناراض ہو کر سامری سے فرمایا: اذهب فان لك فی الحیٰوة ان تقول لا مساس (۲۰-۹۷) خبیث تجھے اپنی زندگی میں یہ نوبت پہنچ جائیگی کہ تو لوگوں سے کہتا پھریگا کہ مجھ کو کوئی نہ چھونا۔ حضرت کلیم اللہ صلوات اللہ علیہ وسلامہ کے منہ کی یہ نکلی ہوئی بات ایسی دُرست ہوئی کہ اس کے جسم میں یہ تاثیر ہو گئی کہ جو اس سے چھوتا اسے بھی بخار ہو جاتا اور خود سامری کو بھی۔ ان خدا تعالیٰ کے پیاروں کی زبان کا یہ عالم ہے۔

نوٹ ضروری......انبیاء علیہم السلام کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ ہاں ان کی وہ دعائیں جن کے خلاف ربّ کا فیصلہ ہو چکا ہو اور قلم چل چکا ہو۔ اگر پیغمبر ایسی دعا کریں تو انہیں سمجھا کر روک دیا جاتا ہے۔ اس روکنے میں ان کی انتہائی عظمت کا اظہار ہوتا ہے یعنی اے پیارے! یہ کام نہیں ہو سکتا کیونکہ ناممکن ہو چکا ہے اور ہمیں یہ منظور نہیں کہ تمہاری زبان خالی جائے۔ لہٰذا تم اس بارے میں دعا ہی نہ کرو۔

سبحان اللہ! معترض نے جو دعائیں پیش کیں وہ سب اسی قسم کی ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ ان دعاؤں کا پیغمبر کو ثواب مل جاتا ہے کیونکہ دعا مانگنا بھی عبادت ہے۔ اگرچہ قبول نہ ہو اس لئے ربّ نے فرمایا:

سوآء علیهم استغفرت لهم ام لم تستغفر لهم (۶۳-۶)

آپ کا دعا کرنا یا نہ کرنا ان منافقوں کیلئے برابر ہے کہ ان کی مغفرت نہیں ہو سکتی۔ آپ کو ضرور ثواب مل جائے گا۔

یہاں علیهم فرمایا علیك نہ فرمایا۔

اعتراض ۹...... مشکوٰۃ شریف باب الانذار میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

لا اغنی عنك من اللہ شیئا میں اللہ کے عذاب کو تم سے دفع نہیں کر سکتا۔

جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی دختر کیلئے وسیلہ نہیں تو ہمارے لئے کیونکر وسیلہ ہو سکتے ہیں اور جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی وسیلہ نہ ہوئے تو دوسرے ولیوں کا ذکر ہی کیا۔

جواب...... اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ ربّ تعالیٰ کے مقابل ہو کر تم سے ربّ کے عذاب کو دفع نہیں کر سکتا یعنی ربّ تعالیٰ عذاب دینا چاہے تو کون ہے جو دفع کر سکے۔ یہ وسیلہ تو ربّ کے اِذن سے ہوتا ہے نہ کہ اس کے مقابل۔ دوسرے یہ کہ اے فاطمہ! اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو ہم تم سے عذاب دفع نہیں کر سکتے یعنی وسیلہ مومنین کیلئے ہوتا ہے کافروں کیلئے نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا نبی زادہ ہونے کے باوجود ہلاک ہو گیا کفر کی وجہ سے۔ اگر یہ عذاب نہ مانا جائے تو یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہو جائے گی اور دیگر احادیث کے بھی۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: انما ولیھم اللہ و رسولہ والمؤمنون تمہارے مددگار اللہ رسول اور مسلمان ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں...... کل نسب منقطع یوم القیامۃ الا نسبی وسببی قیامت کے دن سارے ذریعے اور رشتے ٹوٹ جائیں گے، سوا میرے ذریعے اور رشتہ کے۔ (شامی باب غسل میت) فرماتے ہیں: شفاعتی لاھل الکبائر من امتی میری شفاعت میری اُمت کے گناہِ کبیرہ والوں کیلئے ہوگی۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ گناہ کبیرہ کرنے والے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل بخشے جائیں اور خود لختِ جگر نورِ نظر کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکیں۔ (شامی)

نوٹ ضروری......حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل بعض فوائد کفار بھی حاصل کر لیتے ہیں جیسے دنیا میں قہر الٰہی سے امن اور قیامت کے دن میدانِ محشر سے نجات اور حساب کا شروع ہونا اس لحاظ سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب ہے رحمۃ للعالمین بعض فوائد وہ ہیں جو صرف متقیوں کو پہنچتے ہیں گنہگاروں کو نہیں جیسے درجات بلند کرانا۔اس معنی کے لحاظ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنت کو چھوڑنے والا میری شفاعت سے محروم ہے یعنی بلندی درجات کی شفاعت۔

بعض فوائد وہ ہیں جو صرف گنہگاروں کو پہنچیں گے نیکو کاروں کو نہیں جیسے گناہوں کی معافی کیونکہ نیکو کاروں کے پاس گناہ ہوتے ہی نہیں ان مسلمانوں کو محفوظ کہا جاتا ہے۔انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں یعنی گناہ نہیں کر سکتے اور خاص اولیاء گناہوں سے محفوظ یعنی وہ گناہ کرتے نہیں۔مولانا فرماتے ہیں ؎

لوح محفوظ است پیش اولیاء   ارچہ محفوظ اند محفوظ از خطا

ان کیلئے معافی گناہ کی شفاعت نہیں۔ان کے لحاظ سے فرمایا گیا کہ شفاعتی لاھل الکبائر من أمتی میری شفاعت میری اُمت کے اہل الکبائر کیلئے ہے۔تمہاری پیش کردہ حدیث میں دوسری قسم کے فوائد مراد ہیں بشرطیکہ ایمان قبول نہ کیا جائے۔

یہ بھی خیال رہے یہاں فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا گیا ہے اور دوسروں کو سنایا گیا ہے ورنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ابولہب کا عذاب ہلکا ہوا۔ابو طالب دوزخ میں جانے سے بچ گئے۔

اعتراض ۱۰ ...... بخاری شریف کتاب الاستقاء، باب سوال الناس الامام الاستقاء میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قحط کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے بارش مانگتے تھے اور فرماتے تھے:

انا کنا نتوسل الیک بنبینا فتسقینا و انا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا قال فیسقو

الٰہی ہم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے بارش مانگتے تھے بارش بھیجتا تھا

اوراب ان کے چچا کے وسیلے سے بارش مانگ رہے ہیں۔ بارش بھیج پس بارش آتی تھی۔

معلوم ہوا کہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے۔ زندگوں کو وسیلہ پکڑنا جائز۔ دیکھو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ پکڑا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ چھوڑ دیا۔ یہ ان دیوبندیوں وہابیوں کا اعتراض ہے جو زندہ بزرگوں کے وسیلہ کے قائل ہیں وفات یافتہ کے وسیلہ کے منکر ہیں۔

جواب...... اس کے دو جواب ہیں: ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔

الزامی جواب تو یہ ہے کہ اگر وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے تو چاہیئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کلمہ شریف میں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم شریف علیحدہ کر دیا جاتا۔ صرف لا الٰہ الا اللہ رکھا جاتا اور التحیات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام بند کر دیا جاتا۔ دُرود شریف ختم کر دیا جاتا کیونکہ یہ سب حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وسیلہ ہی تو ہیں۔ حالانکہ یہ سارے کام باقی رہ گئے۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعدِ وفات بھی ویسے ہی ہے۔ ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال شریف اور لباس شریف دھو کر بیماروں کو پلاتے اور صحت ہوتی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بارش کیلئے روضہ پاک کی چھت کھلوادی۔ قبر شریف کھول دی اور بارش آئی۔ قرآن پاک فرما تا رہا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے والی اُمتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم شریف کے وسیلہ سے دعائیں مانگتی تھیں۔ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا (۲-۸۹) قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے نعلین شریف، ٹوپی شریف کے طفیل فتح حاصل کی جاتی تھی۔ بقیۃ مما ترک ال موسیٰ و ال ھرون تحملہ الملٰئکۃ (۲-۲۴۸) موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے بعد مسلمانوں کی امداد فرمائی کہ پچاس نمازوں کی پانچ کرادیں بتاؤ یہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ ہے کہ نہیں نیز جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے ان کے اسم مبارک کے وسیلہ سے دعائیں قبول ہوتی تھیں تو کیا اب ان کے اسم شریف کی تاثیر بدل گئی۔ ہرگز نہیں!

دوسرا تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان یہ بتا رہا ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ سے ان کے اولیاء کا بھی وسیلہ جائز ہے یعنی وسیلہ نبی سے خاص نہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی نہ تھے ولی تھے۔ نیز یہ بھی معلوم ہورہا ہے کہ جس کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت ہوجائے اس کا بھی وسیلہ جائز ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں **و انا نتوسل الیک بعم نبینا** یعنی ہم اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا کے وسیلہ سے بارش مانگتے ہیں۔

اسی حدیث کی شرح میں امام قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں: **ای بوسیلۃ الرحم التی بینہ و بین النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم** یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے اس لئے دعا کی کہ ان کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قربت تھی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی حدیث سے وسیلہ اولیاء ثابت کیا چنانچہ وہ شرح حصن حصین میں آداب الدعا وسیلہ اولیاء کے تحت فرماتے ہیں **قصہ استسقاء عمر ابن الخطاب بعباس ابن عبدالمطلب ازیں باب است** یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے بارش مانگنا اسی وسیلہ اولیاء سے ہے۔

اسی حصن حصین کی شرح میں اسی مقام پر ملا علی قاری فرماتے ہیں: **وھو من المندوبات و فی صحیح البخاری فی الاستسقآ حدیث عمر انا کنا نتوسل الیک نبینا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم و انا نتوسل الیک بعم نبیک لی فاسقنا فیسقو ولحدیث عثمان ابن حنیف في شان الاعمٰی** یعنی دعا میں انبیاء اولیاء کا وسیلہ پکڑنا مستحب ہے۔ بخاری کی اس روایت کی وجہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوسیلہ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا کی اور حضرت عثمان ابن حنیف کی روایت کی وجہ سے نابینا کی دعا میں۔

ہاں اگر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرماتے کہ مولا اب تک تو ہم تیرے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے۔ اب ان کی وفات کے بعد ان کا وسیلہ چھوڑ دیا۔ اب حضرت عباس کے طفیل دعا کرتے ہیں۔ تب تمہاری دلیل دُرست ہوتی مگر نفی کا ذکر نہیں لہٰذا دلیل غلط ہے۔ انبیاء اولیاء کا وسیلہ صحیح ہے۔

اعتراض ۱۱ ...... حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے پاس زکوٰۃ نہ دینے والے اپنے سروں پر گائے، بھینسیں، بکریاں لادے ہوئے آئیں گے اور ہم سے شفاعت کی درخواست کریں گے۔ ہم یہ فرما کران کو ہٹا دیں گے کہ ہم نے تم تک احکام پہنچا دیئے تھے تم نے کیوں عمل نہ کیا۔ اب شفاعت کیسی؟

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے مجرموں کا وسیلہ کوئی نہیں۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ کام نہ آیا تو دوسرے کا وسیلہ بدرجہ اولیٰ کام نہیں آ سکتا۔ چنانچہ بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ باب اثم مانع الزکوٰۃ میں ہے **ولا یاتی احدکم یوم القیامۃ ببعیر یحملہ علیٰ عنقہٖ لہ رغاء فیقول یا محمد فاقول لا املک لک شیئا قد بلغت۔**

نوٹ ضروری...... یہ واہیات اعتراض مولوی مودودی صاحب کا ہے جو زمانہ موجود کے مجدد، مجتہد اور نہ معلوم کیا کیا بنتے ہیں۔

جواب ...... اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ معاملہ ان لوگوں سے ہوگا جو زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر ہو گئے تھے جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شروع زمانہ خلافت میں ہوا اور جن پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد فرمایا اور زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر کافر ہے اور کافروں کیلئے نہ وسیلہ ہے نہ شفاعت۔ لہٰذا اس کا تعلق مسلمانوں سے نہیں۔
دوسرا جواب یہ کہ اس حدیث میں شفاعت نہ کرنے کا ذکر ہے نہ کہ شفاعت نہ کر سکنے کا یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفیع مختار اور وسیلہ با اختیار ہیں، اگر چاہیں کریں نہ چاہیں نہ کریں۔ ان پر ناراضگی ظاہر فرمانے کیلئے یہ ارشاد ہوگا اگر اس حدیث کے یہ مطلب نہ ہوں تو اس حدیث شریف کے مخالف ہوگی: **شفاعتی لاھل الکبائر من امتی** میری شفاعت میری اُمت کے گناہِ کبیرہ والوں کیلئے ہوگی۔ نیز ان تمام آیاتِ قرآنیہ کے خلاف ہوگی جو پہلے باب میں مذکور ہوئیں۔

نوٹ ضروری...... وسیلہ دو طرح کے ہیں ایک مجبور جیسے سورج روشنی کا وسیلہ ہے اور بارش رزق کا، قرآن کریم ربّ کی بخشش کا، ماہِ رمضان عفویات کا۔ دوسرا با اختیار جیسے انبیاء و اولیاء کی شفاعت اور دنیا میں حکیم و کیل حاکم' شفاعت و عدل کے وسیلے ہیں کہ کریں یا نہ کریں۔ اس حدیث شریف میں جو معترض نے پیش کی۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خداداد اختیار کا ذکر ہے۔

اعتراض ۱۲ ...... بخاری شریف حدیث غار میں ہے کہ تین شخص جنگل میں جارہے تھے کہ بارش آگئی۔ پناہ پکڑنے کیلئے غار میں گھس گئے۔ایک چٹان پتھر کی غار کے منہ پر گری جس سے غار کا منہ بند ہوگیا تو ان لوگوں نے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کی۔ایسی شدت کے موقع پر کسی پیر کا وسیلہ انہوں نے نہیں پکڑا بلکہ اپنے اعمال کا۔معلوم ہوا کہ بندے کا وسیلہ پکڑنا جائز نہیں۔

جواب ...... اس حدیث شریف میں صرف یہ ہے کہ ان شخصوں نے اعمال کے وسیلہ سے دعا کی۔ یہ کہاں ہے کہ بزرگوں کا وسیلہ جائز نہیں۔ دعویٰ کچھ اور ہے دلیل کچھ اور ہے۔اعمال کا وسیلہ جائز ہے اور بزرگوں کا بھی ایک جائز پر عمل کرنے سے دوسرا جائز کیسے حرام ہوگیا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کی آگ میں جاتے وقت حضرت جبرائیل کے عرض کرنے پر بھی اس آفت کے دور ہونے کی دعا نہ کی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی مگر دفع کی دعا نہ کی۔تو کیا اس سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ دعا مانگنا ہی حرام ہے۔یہ اعتراض نہایت ہی لغو ہے۔

اعتراض ۱۳ ...... شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ؎

نداریم غیر از تو فریاد رس

چاہا کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی فریاد نہیں سنتا پھر وسیلہ کیسا اگر وسیلہ مانو تو غیر خدا کو فریاد رس ماننا پڑے گا۔

جواب ...... اس جگہ حقیقی فریاد رس مراد ہے۔اس کی نفی ہے خدا کے حکم سے اس کے پیارے بندے فریاد رس ہیں۔یہی شیخ سعدی علیہ الرحمۃ گلستان میں فرماتے ہیں: (ترجمہ) جو چاہتا ہے کہ مصیبت کے دن میرا کوئی فریاد رس بنے اس سے کہہ دو کہ آرام کے زمانے میں لوگوں سے اچھا سلوک کرے۔

ایک دوا کا نام شربت فریاد رس ہے، کہو یہ نام شرک ہے یا نہیں؟

تعجب ہے کہ شربت تو فریاد رس بن جائے مگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فریاد رس نہ ہوں۔

اعتراض ۱۴ ...... بوستان میں ہے:

بہ تہدید گر برکشد تیغ حکم ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بمانند کرو بیاں صم و بکم

یعنی اگر ربّ تعالیٰ ڈرانے کیلئے حکم کی تلوار کھینچے
تو جن فرشتے بھی گونگے اور بہرے رہ جائیں گے۔

کہیئے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ جیسے بزرگ فرشتوں جیسی معصوم جماعت کو بے کار فرمار ہے ہیں اوروں کے وسیلہ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

جواب ...... جناب یہاں ربّ کے مقابل دم نہیں مار سکتا۔ یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ گفتگو تو اس بارے میں ہے کہ ربّ تعالیٰ کی اجازت اور اس کی مرضی سے اس کے مقبول بندے مجرم بندوں کی سفارش کر سکتے ہیں اور ربّ تعالیٰ ان کے طفیل گنہگاروں کے گناہ بخش دیتا ہے۔ یہ وسیلہ ہے اس شعر کو وسیلہ کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ شیخ سعدی قدس سرہٗ کا یہ شعر نہ دیکھا:

چہ باشد کہ شتے گدایان خیل ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بمہمان دارالسلامت طفیل

یارسول اللہ! کیا اچھا ہو کہ ہم جیسے مٹھی بھر فقیر آپ کے طفیل جنت کے مہمان خانہ میں پہنچ جائیں۔

نیز فرماتے ہیں:

خدایا بحق بنی فاطمہ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کہ برقول ایمان کنی خاتمہ

الٰہی! حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کے طفیل میرا خاتمہ ایمان پر ہو۔

یہ صاف بزرگوں کا وسیلہ ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

شنیدم کہ در روز امید وبیم ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بداں رابہ نیکاں بہ بخشد کریم

قیامت کو نیکوں کے وسیلہ سے خدائے کریم گنہگاروں کو بخش دے گا۔

اعتراض ۱۵ ...... اگر اللہ کے مقبول بندے خدارسی کا وسیلہ بھی ہوں تب بھی خدا تعالیٰ کو پالینے کے بعد ان کو چھوڑ دینا چاہئے۔ جیسے ریل گاڑی میں اسی وقت تک بیٹھتے ہیں جب تک کہ منزل مقصود تک پہنچیں۔ مقصود پر پہنچ کر اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ مسلمان نے کلمہ پڑھ لیا رب کو پالیا۔ اب بزرگوں کی کیا ضرورت رہی۔

جواب ...... وسیلے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک محض وسیلے جیسے سفر کیلئے ریل گاڑی' دوسرا وہ وسیلہ جس سے مقصود وابستہ ہے۔ جیسے روشنی کیلئے چراغ' پہلی قسم کا وسیلہ مقصود پر پہنچ کر چھوڑ دیا جائے گا لیکن دوسری قسم کا وسیلہ کبھی نہیں چھوٹ سکتا۔ ورنہ فوراً مقصود فوت ہو جائے گا۔ روشنی چراغ کے دم سے قائم ہے۔ اگر اسے گل کیا تو اندھیرا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے دوسری قسم کا وسیلہ ہیں۔ اسی لئے رب تعالیٰ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نور فرمایا۔ کہیں سراج منیر یعنی چمکتا ہوا سورج۔ مقصد یہ ہے کہ جیسے آفتاب کی ضرورت ہمیشہ ہے۔ ایسے ہی پیارے! دنیا کو تمہاری حاجت دائمی ہے اس لئے قبر میں ان کے نام پر کامیابی اور حشر میں ان کے دم پر نجات رکھی۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

اعتراض ۱۶ ...... جب خدا تعالیٰ سب کا رب ہے اور اس کا نام رب العالمین ہے تو پھر کسی وسیلہ کی کیا ضرورت ہے۔ ہر شخص اس کے دروازے پر بلا واسطہ جائے اور فیض لے۔ وسیلہ کا مسئلہ اس کے رب العالمین ہونے کے خلاف ہے۔

جواب ...... اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔

الزامی جواب تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ رازق العباد ہے اور شافی الامراض ہے۔ پھر تم رزق تلاش کرنے کیلئے امیروں کے پاس اور شفا لینے کیلئے حکیموں کے پاس کیوں جاتے ہو؟ تمہارا ان لوگوں کے پاس جانا بھی خدا تعالیٰ کے رازق اور شافی ہونے کے خلاف ہے وہ احکم الحاکمین ہے پھر مقدمہ کچہری کے حاکم کے پاس کیوں لے جاتے ہو؟

جناب! وسیلے رب تعالیٰ کے دروازے ہیں یا اسکے حکمران کے ہاتھوں سے جو کچھ ہوتا ہے وہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے اسی طرح اولیاء اللہ' انبیاء کرام رب تعالیٰ کے مختار خدام ہیں۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ ان وسیلوں کی ضرورت رب تعالیٰ کو نہیں بلکہ ہم کو ہے جیسے روٹی کو توے کے ذریعے سے گرم کیا جاتا ہے تو آگ گرم کرنے میں توے کی محتاج نہیں بلکہ روٹی کو احتیاج ہے۔

رب تعالیٰ سب کا ہے مگر اس کی ربوبیت کی مظہر یہ چیزیں ہیں۔ سانپ اس کی قہاریت کا مظہر ہے اور دیگر آرام دہ چیزیں اس کی رحمت کی تجلی گاہ ہیں۔

اعتراض ۱۷...... وسیلہ کے مسئلہ سے لوگ بد عمل ہو جائیں گے۔ جب انہیں خبر ہوگی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بخشوا لیں گے تو پھر عمل کرنے کی زحمت کیوں گوارہ کریں؟

جواب...... یہ اعتراض ایسا ہے جیسے آریہ کہتے ہیں کہ توبہ کے مسئلہ سے بد عملی اور زکوۃ کے مسئلہ سے بیکاری بڑھ جاتی ہے کیونکہ جب مسلمانوں کو خبر ہے کہ توبہ سے گناہ بخشے جاتے ہیں تو پھر خوب گناہ کرکے توبہ کرلیا کریں گے اور جب غریبوں کو خبر ہو کہ مالداروں کی زکوۃ ہزاروں روپیہ سالانہ نکلتی ہے پھر کمائی کیوں کریں۔ جب ملے یوں تو محنت کرے کیوں۔ جو اس کا جواب ہے وہی اس اعتراض کا ہے۔

جناب! جیسے توبہ کی قبول کا یقین، مالداروں کی زکوۃ ملنے کا یقین ملے یا نہ ملے۔ ایسے ہی اگر بد عملی کی گئی تو یقین نہیں وسیلہ نصیب ہو یا نہ۔ میں تو کہتا ہوں کہ وسیلہ کے انکار سے بد عملی بڑھے گی کیونکہ جب گنہگار شفاعت سے مایوس ہوگا تو خوب گناہ کرے گا کہ دوزخ میں تو جانا ہی ہے۔ لاؤ دس گناہ اور کرلو۔ شیخ فرماتے ہیں ؎

نہ بینی کہ چوں گربہ عاجز شود　　بر آرد بہ چنگال چشم پلنگ

جب تک بلی کو جان بچنے کی اُمید رہتی ہے تب تک چیتے سے بھاگتی ہے مگر جب پھنس کر جان سے مایوس ہو تو چیتے پر حملہ کر دیتی ہے مایوسی دلیری پیدا کرتی ہے۔

اعتراض ۱۸ ...... مشرکین عرب اسی لئے مشرک ہوئے کہ وہ بتوں کو ربّ کا بندہ تو سمجھتے تھے مگر ان سے غائبانہ مدد مانگتے تھے اور انہیں خدا رسی کا وسیلہ جانتے تھے۔ وہ کسی بت کو خالق یا مالک نہیں مانتے تھے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولئن سالتهم من خلق السمٰوٰت والارض ليقولن الله

اور اگر آپ مشرکوں سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔

معلوم ہوا کہ وہ مشرک صرف اسلئے ہوئے کہ انہوں نے ربّ کے بندوں کو بندہ مان کر انہیں حاجت روا مشکل کشا فریاد رس مانا۔ اسی طرح تم بھی نبیوں ولیوں کو مانتے ہو تم اور وہ برابر ہو۔

جواب ...... ایک ہے ربّ تعالیٰ کی قدرت اور ایک ہے ربّ کا قانون۔ قدرت تو یہ ہے کہ ربّ تعالیٰ چاہے تو ہر چھوٹا بڑا کام بغیر کسی وسیلہ کے خود ہی کرے قدرت کا اظہار اس آیت شریف میں ہے:

انما وامره اذا اراد شيئا ان يقول له كن فيكون (۳۶-۸۲)

اس کی شان تو یہ ہے کہ کسی چیز کو چاہے تو کن فرمادے تو وہ شے ہو جائے۔

اس قانون کا اظہار صدہا آیات میں ہے۔ مثلاً

قل يتوفكم ملك الموت الذى وكل بكم (۳۲-۱۱)

فرمادو تمہیں ملک الموت موت دے گا جو تم پر مقرر کر دیا گیا ہے۔

ويزكيهم ويعلمهم الكتٰب والحكمة (۳-۱۶۴)

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں پاک فرماتے اور کتاب و حکمت سکھاتے ہیں۔

وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا (۱۷-۲۴)

کہو کہ یا اللہ! جیسے میرے ماں باپ نے صغر سنی میں مجھے پرورش فرمایا تو بھی ان پر رحم فرما۔

دیکھو موت دنیا پاک کرنا پالنا ربّ تعالیٰ کا کام ہے مگر بندوں کے ذریعہ سے ہوا۔

مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ ایک خدا اتنے بڑے جہان کا انتظام نہیں فرما سکتا۔ لہٰذا اس نے اپنے بعض بندے اپنی مدد کیلئے عالم سنبھالنے کیلئے مقرر کئے ہیں یعنی انہوں نے بندوں کو ربّ تعالیٰ کے برابر کر دیا۔ لہٰذا وہ مشرک ہوئے۔ اسی لئے قیامت میں وہ بتوں سے کہیں گے: تا اللّٰہ ان کنا لفی ضلال مبین اذ نسویکم برب العالمین (۲۶-۹۷) خدا کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے کہ ہم تمہیں خدا کے برابر سمجھتے تھے۔

معلوم ہوا کہ وہ بتوں کو بندہ مان کر ربّ تعالیٰ کو ان کا حاجت مند مانتے تھے۔ قرآن کریم اسی وسیلہ کی تردید فرماتا ہے:

لم یتخذ والدا ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرا (۱۷-۱۱۱)

یعنی ربّ تعالیٰ نے نہ اپنا بچہ بنایا نہ ملک میں اس کا کوئی شریک ہے نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی ولی ہے۔

یعنی اس نے جو اولیاء مقرر فرمائے وہ اپنی شان ظاہر کرنے کیلئے بنائے نہ کہ کمزوری اور عاجزی کی وجہ سے۔

پتہ لگا کہ مشرک خدائے تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ربّ تعالیٰ کے بعض بندے اسلئے اسکے ولی ہیں کہ خدا اتنے بڑے کام پر خود قادر نہیں۔ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں۔ مشرکین اولیاء کو ایسا مانتے تھے جیسے کونسل کا ممبر اور مسلمان اولیاء کو ایسا مانتے ہیں جیسے بارگاہ عالیہ کے خدام اور کارندے۔ لہٰذا وہ مشرک تھے اور یہ مومن رہے۔ غرضیکہ جو ربّ تعالیٰ کی قدرت کا منکر ہو وہ مشرک ہے اور جو قدرت مان کر ربّ کے قانون کا منکر ہے وہ وہابی ہے۔

نوٹ ضروری...... ہم اپنی زندگی میں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ دنیا کی کوئی نعمت ہمیں بغیر وسیلہ نہیں ملتی۔ پیدائش و پرورش ماں باپ کے وسیلہ سے، علم و ہنر استاد کے وسیلہ سے، تندرستی حکیم کے وسیلہ سے، موت ملک الموت کے وسیلہ سے، غسل غسال کے وسیلہ سے، کفن درزی کے وسیلہ سے، دفن گورکن کے وسیلہ سے۔ پھر آخرت کی نعمتیں تو دنیاوی نعمتوں سے کہیں زیادہ ہیں اور بغیر وسیلہ کیسے مل سکتی ہیں۔ کلمہ، قرآن، روزہ، نماز ربّ کی پہچان۔ غرضیکہ یہ ساری نعمتیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ملیں۔ پھر وسیلہ کا انکار نہ کرے گا مگر جاہل۔

نوٹ...... ساری عبادات کا فائدہ صرف انسانوں کو ہوتا ہے مگر وسیلہ کا فائدہ انسان، جن، فرشتہ، جانور بلکہ درخت زمین زمان سب کو ہوتا ہے مکہ معظمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے افضل ہوا۔ کوہِ طور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے اعلیٰ ہوا۔ آبِ زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کے طفیل سے متبرک ہوگیا۔ ایوب علیہ السلام کو شفا دینے کیلئے فرمایا گیا:

ارکض برجلک ھذا مغتسل بارد وشراب (۳۸-۴۲)

اپنا پاؤں زمین پر رگڑو اس سے جو پانی کا چشمہ پیدا ہوا اسے پیو اور اس سے غسل کرو۔

چنانچہ اس سے آپ کو شفا ہوئی۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کا دھوون ان کے پاؤں کے وسیلہ سے شفا بن جاتا ہے۔ غرضیکہ بزرگوں کا وسیلہ ہر چیز کا فائدہ پہنچاتا ہے۔

اعتراض ۱۹ ...... موجودہ وہابی یہ بھی کہتے ہیں کہ انسان خواہ کتنا ہی بزرگ ہو۔ مرنے کے بعد اس جہان سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ یہاں کی اسے بالکل خبر نہیں رہتی۔ دیکھو اصحاب کہف تین سو سال تک سو کر جب جاگے تو انہوں نے سمجھا ہم دن بھر سوئے۔ حضرت عزیز علیہ السلام سو برس تک وفات یافتہ رہ کر جب زِندہ کیے گئے تو ربّ نے پوچھا: کم لبثت؟ تم یہاں کتنے دن ٹھہرے؟ تو عرض کیا: لبثت یوما او بعض یوم میں دن یا اس سے بھی کم ٹھہرا۔ فرمایا گیا: بل لبثت مائۃ عام تم یہاں سو برس رہے۔ اگر ان کی توجہ اس جہان پر ہوتی تو اس مدت کے اندازہ میں کیوں غلطی کرتے۔ جب اتنے بزرگوں کو یہاں سے کچھ تعلق نہیں رہتا تو دیگر اولیاء اللہ کا ذکر ہی کیا ہے۔ جب یہ لوگ یہاں سے ایسے بے تعلق ہیں تو ان کی قبروں پر جا کر ان کے وسیلہ سے دعا کرنا یا ان سے حاجت مانگنا بالکل ہی عبث ہے۔

جواب ...... اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے وفات کے بعد اس دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں کی خبر رکھتے ہیں۔ معراج شریف کی رات سارے پیغمبروں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے بیت المقدس میں نماز پڑھی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر بہت سے پیغمبروں نے شرکت کی جس کی خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معراج شریف کی رات پچاس نمازوں کی پانچ کرادیں۔ اگر وہ حضرات اس عالم میں پہنچ کر ادھر سے بے خبر ہو جاتے ہیں تو انہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معراج اور حجۃ الوداع کی خبر کیسے ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز کم کرانے کی کیا ضرورت پڑی؟ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

وسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا اجعلنا من دون الرحمٰن اٰلهة يعبدون (۴۳-۴۵)

اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے سے پہلے پیغمبروں سے پوچھا کیا ہم نے خدا کے سوا اور معبود بنائے ہیں؟

اگر وہ پیغمبر اس دنیا سے بے خبر ہو گئے تو پھر پوچھنا کیسا؟

مردہ قبرستان میں آنے والے کے پاؤں کی آہٹ سنتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

اصحاب کہف اور حضرت عزیز علیہ السلام کے معجزے اور کرامت کا دِکھانا منظور تھا۔ اس لئے ربّ تعالیٰ نے انہیں خصوصیت سے اس دنیا سے بے توجہ کر دیا۔ اگر اصحاب کہف کو اپنے سونے کی مدت کا پتا ہوتا تو بازار میں نہ آتے اور کرامت لوگوں پر ظاہر نہ ہوتی

جیسے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا دل جاگتا رہتا ہے صرف آنکھ سوتی ہے مگر تعریس کی رات ربّ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل کو اپنی طرف متوجہ فرما لیا اور نماز فجر قضا ہو گئی تا کہ اُمت کو نماز قضا پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

اگر نبی ولی وفات کے بعد اسطرف سے بالکل بے تعلق ہو جاتے ہیں تو ہمارے دُرود و سلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کیسے پہنچتے ہیں۔ نیز مردوں کو ثواب کیسے پہنچتا ہے۔ ایسے شخص کو سلام کرنا منع ہے جو جواب نہ دے سکے۔ جیسے سونے والا، استنجا والا، نماز اور اذان کی حالت۔ اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنتے ہی نہیں اور جواب نہیں دے سکتے تو ان کو سلام کرنا منع ہونا چاہیے تھا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عزیز علیہ السلام پر حقیقتاً سو سال گزرے ہوں لیکن جتنا ایک دن جیسے قیامت کا دن ہزاروں سال کا ہوگا مگر مومن کیلئے ایک نماز کے برابر ہوگا۔ وہاں دونوں کا اثر موجود تھا کہ گدھے پر سو سال گزر گئے تھے اور شربت پر ایک دن۔ لہٰذا عزیز علیہ السلام کا ایک دن فرمانا بھی ٹھیک تھا وہ جتنے کے لحاظ سے تھا اور ربّ تعالیٰ کا سے سو سال فرمانا بھی ٹھیک تھا کہ وہ حقیقت پر مبنی تھا۔

اعتراض ۲۰...... نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت کوشش کی کہ ابو طالب ایمان لے آویں مگر نہ لائے تو آپ کیا کر سکتے ہیں بلکہ آیت اُتری: انك لا تهدى من احببت (۲۸-۵۶) جس سے تم محبت کرو اسے ہدایت نہیں دے سکتے۔

جب اپنے پیاروں کا وسیلہ نہیں بن سکتے تو دوسروں کا کیا پوچھنا۔

جواب...... اس آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ جس سے آپ محبت کریں اسے ہدایت نہیں دے سکتے کیونکہ آپ رحمۃ اللعالمین ہیں۔ ہر بشر سے محبت فرماتے سب ہی پر کرم کرتے ہیں، کافر ہو یا مومن، مخلص ہو یا منافق۔ مگر ہدایت اسے ملے گی جو آپ سے محبت کرے اور آپ سے جو محبت کرے گا وہ آپ کی بات مانے گا۔ ابو طالب نے آپ سے محبت نہ کی اور آپ کی بات نہ مانی۔ کلمہ نہ پڑھا لہٰذا ہدایت نہ پاسکے۔ اس میں خود انکا اپنا قصور ہے اگر آفتاب سے روشنی حاصل نہ کرسکے تو اس کا نصیب۔ آفتاب روشنی دینے میں کوتاہی نہ کرتا پھر بھی ابو طالب کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کا یہ فائدہ پہنچ گیا کہ وہ دوزخ میں نہیں رکھے گئے بلکہ آگ کے جھیرے میں ہیں۔ جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے۔

اعتراض ۲۱...... نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی خدمت نہ کی تو اوروں کی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ پھر وسیلہ کیسا؟

جواب...... حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد مانگی ہی نہیں تاکہ صبر میں فرق نہ آوے جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جاتے وقت ربّ سے مدد نہ مانگی۔ نیز حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ استقامت کہ اتنی شدید اور سخت مصیبتوں میں ثابت قدم رہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد سے ہوئی۔

اعتراض ۲۲...... قرآن شریف سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی زندگی میں بھی دنیا سے بے خبر رہتے ہیں۔ دیکھو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو گم پاکر لوگوں سے پوچھا کہ ہدہد کو میں نہیں دیکھتا۔ اگر واقف تھے تو پوچھا کیوں؟ نیز ہدہد نے آکر کہا میں وہ چیز دیکھ کر آیا ہوں جو آپ نے نہیں دیکھی یعنی بلقیس اور اس کا تخت۔ دیکھو ہدہد کی خبر سے پہلے آپ کو نہ بلقیس کا پتا لگا نہ شہر کا۔ جب وہ کسی کی خبر ہی نہیں رکھتے تو وسیلہ کیسے بن سکتے ہیں۔

جواب......اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر نہ تھی۔ ہدہد نے آپ کی بے خبری کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ عرض کیا: **فقال احطت بما لم تحط بہٖ** (۲۷-۲۲) میں اس چیز کا احاطہ کر کے اور دیکھ کر آیا ہوں جس کو آپ نے جا کر نہ دیکھا اور واقعی آپ اسوقت تک وہاں بایں جسم شریف نہ گئے تھے۔ خبر تو آپکو تھی مگر اظہار نہ تھا تا کہ پتا لگے کہ پیغمبر کی صحبت میں رہنے والے جانور بھی ہزاروں کیلئے ایمان کا وسیلہ بن جاتے ہیں۔ دیکھو ہدہد ہی کے ذریعے سے سارے یمن والوں اور بلقیس وغیرہ کو ایمان نصیب ہوا اور بھی ہزارہا اس میں حکمتیں تھیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ بن کر بھی اپنے والد ماجد کو خبر نہ بھیجی۔ اس لئے نہیں کہ آپ ان سے بے خبر تھے بلکہ وقت کا انتظار تھا اور آپ کی انتہائی عظمت کا ظہور ہونے والا تھا کہ قحط سالی میں تمام عالم کا رزق آپ کے ہاں پہنچا اور سب لوگ روزی میں آپ کے حاجتمند کئے گئے۔

اچھا بتاؤ کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے آصف کو بلقیس کا تخت لانے کا حکم فرمایا تو انہوں نے نہ تو کسی ملک یمن کا پتا پوچھا اور نہ بلقیس کا گھر دریافت کیا نہ تخت کی جگہ تلاش کی بلکہ پلک جھپکنے سے پہلے تخت لا کر حاضر کر دیا۔ انہیں بھی بلقیس کے سارے مقامات کی خبر تھی یا نہیں تھی اور ضرور تھی۔ تو جن نے صحبت میں رہ کر یہ کمال حاصل کیا تھا وہ بے خبر ہوں یہ ناممکن ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: **قال الذی عندہ علم من الکتاب** (۲۷-۴۰) جس کے پاس کتاب کا علم تھا انہوں نے کہا: **انا اٰتیک بہٖ قبل ان یرتد الیک طرفک** (۲۷-۴۰) میں تخت بلقیس آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔ بتاؤ وہ کتاب آصف نے کس سے پڑھی تھی خود حضرت سلیمان علیہ السلام سے۔ تعجب ہے کہ شاگرد کو خبر ہو اور استاد کو نہ ہو۔ ربّ تعالیٰ سمجھ دے۔ غرضیکہ آپ کو علم تھا مگر وقت سے پہلے اظہار نہ تھا۔ طلب وسیلہ برائے حصول مرادات از خدائے تعالیٰ چیزے دگر است۔

اعتراض ۲۳......ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

فیغفر لمن یشآء و یعذب من یشآء (۲-۲۸۴)

ربّ تعالیٰ جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے عذاب دے گا۔

جن نبیوں اور ولیوں کو تم مغفرت کا وسیلہ سمجھتے ہو خود انکی مغفرت یقینی نہیں۔ نہ معلوم انکی بخشش ہو یا نہ ہو۔ اگر وہ تمہارے وسیلے ہیں تو بتاؤ اگر خدا تعالیٰ انہیں پکڑے تو ان کا وسیلہ کون بنے گا۔ من یشآء میں من عام ہے۔ نبی ولی سب کو شامل ہے۔ (بعض بے ادب دیوبندی)

جواب......اس کے دو جواب ہیں۔ ایک عالمانہ دوسرا صوفیانہ۔

عالمانہ جواب یہ ہے کہ بندے تین طرح کے ہیں۔ ایک وہ جن کے جہنمی ہونے کی خبر دی گئی جیسے ابولہب اور اس کی بیوی جمیلہ۔ جن کے بارے میں فرمادیا گیا: سیصلیٰ نارا ذات لھب و امراتہ (۳-۱۱۱) یہ اور اس کی بیوی عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچیں گے۔ دوسرے وہ جن کے جنتی ہونے کی خبر دی گئی۔ فرمادیا گیا: رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ (۵-۱۱۹) اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوگئے۔ یا فرمادیا: کلا وعد اللہ الحسنیٰ (۴-۹۵) اللہ تعالیٰ نے ان سب سے جنت کا وعدہ کرلیا۔ تیسرے وہ جن کے متعلق کوئی خبر نہ دی گئی جیسے ہم لوگ، پہلی جماعت کا دوزخی ہونا اور دوسری جماعت کا جنتی ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک ہونا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا سچا ہونا ایسی ہی اس کی صفت ہے جیسے اس کا ایک ہونا۔ تمہاری پیش کردہ آیات میں تیسری جماعت مراد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

صوفیانہ جواب یہ ہے کہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ ربّ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے نیک اعمال کی توفیق دے کر جنتی بناتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے گمراہ کرکے جہنمی بناتا ہے یعنی لوگوں کے جنتی اور جہنمی ہونے کا ارادہ ہو چکا۔ قیامت میں صرف اس کا ظہور ہوگا ہر ایک کے متعلق قلم چل چکا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ جس نیک کار کو چاہے جہنمی کردے اور جس کافر کو چاہے جنتی بنادے بلکہ جس کو جہنمی ہونا چاہ چکا وہ جہنمی ہو چکا اور جس کو وہ جنتی ہونا چاہ چکا وہ جنتی ہو چکا۔ اب اسکا برعکس ہونا اس آیت کے خلاف ہوگا۔

اعتراض ۲۴ ...... قرآن کریم فرما رہا ہے کہ کفار نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ لن نؤمن لك حتى تفجرلنا من الارض ينبوعا (۱۷-۹۰) یعنی ہم اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ زمین سے چشمے جاری نہ کر دیں یا آپ کے پاس کھجور وانگور کا باغ نہ ہو جس کے بیچ میں نہریں ہوں الخ۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا: قل سبحان ربی هل كنت الا بشرا رسولا (۱۷-۹۳) کہ سبحان اللہ میں تو صرف رسول بشر ہوں مجھ میں کوئی طاقت نہیں۔

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ نبی میں کوئی طاقت اور زور نہیں بندہ مجبور ہیں ورنہ انہیں یہ معجزے دکھا کر مسلمان کر لیا جاتا۔ دوسرے یہ کہ پانی کے چشمے بہانا، باغ اُگانا یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے نبی ولی کا نہیں۔ اسی طرح بیٹی بیٹا بخشنا، عزت ذلت دینا، مرادیں پوری کرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے کسی کو ان چیزوں کا وسیلہ ماننا بھی اس آیت کے خلاف ہے۔

جواب ...... نبی میں اس سے کہیں زیادہ طاقت ہے یہ کہو کہ ان کے مطالبہ پر اپنی طاقت دکھائی نہیں کیونکہ وہ ایمان لانے کی نیت سے یہ مطالبہ نہ کرتے تھے بلکہ نبی کا زور آزمانے کیلئے کرتے تھے اور جس قوم نے نبی کا زور آزمایا وہ مٹا دی گئی۔ فرعون، نمرود، قوم عاد و ثمود ان سب نے نبی کا زور دیکھنا چاہا زور دکھایا گیا مگر وہ ایمان نہ لائے ہلاک ہو گئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے یہ مطالبے پورے نہ فرمانا رحمت کی بنا پر ہے۔ ورنہ وہ تو زمین سے چشمے نکلنے کا مطالبہ کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُنگلیوں سے چشمے بہا دیئے۔ وہ تو کھجور وانگور کے باغ کا مطالبہ کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چاند کو دو ٹکڑے کر دکھایا، ڈوبے ہوئے سورج کو لوٹایا، کھاری کنوئیں کو میٹھا بنایا، لکڑیوں، کنکریوں سے اپنا کلمہ پڑھوایا، فقیروں کو بادشاہ بنا دیا، جس کو چاہا غنی کر دیا۔

ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

بوریا ممنون خواب راحتش تاج کسری زیر پائے امتش

غرضیکہ ہونا اور چیز ہے اور دکھانا کچھ اور۔ اور اس آیت میں طاقت نہ دکھانے کا ذکر ہے ان سرکش کافروں کو تا کہ ہلاک نہ ہو جائیں۔

خاتمہ

حقیقت یہ ہے کہ وہابیوں دیوبندیوں کو خدا نے گمراہ کردیا۔ ان کی شامت آگئی ہے اس لئے تمام ولیوں سے منہ موڑ رہے ہیں جسے خدا ہدایت دیتا ہے وہ ولی اور مرشد کے دامن میں رہتا ہے اور جسے ربّ گمراہ کرتا ہے اس کا نہ ولی نہ مرشد۔ ربّ فرماتا ہے: ومن یضلل فلن تجد له ولیا مرشدا (۱۸-۱۷) جسے ربّ گمراہ کردے اس کیلئے نہ تو تم کوئی ولی پاؤ گے نہ مرشد۔ یہ بے پیرے بے نور بے درگاہ الٰہی سے نکالے ہوئے ہیں۔ یہ ساری باتیں اسی سبب سے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ ہر نئے مذہب سے بچیں اسی راستے پر رہیں جو اب تک اللہ کے نیک بندوں کا ہے۔ بے سمجھے بوجھے قرآن کا ترجمہ گمراہی کا راستہ ہے۔ ربّ فرماتا ہے: یضل بہٖ کثیرا و یھدی بہٖ کثیرا (۲-۲۶) ربّ تعالیٰ اس قرآن سے بہت لوگوں کو ہدایت دیتا ہے اور بہت کو گمراہ کردیتا ہے۔ ہدایت ملنے کا ذریعہ صرف یہی ہے کہ اچھوں کے ساتھ رہو۔ ربّ فرماتا ہے: یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ وکونوا مع الصادقین (۹-۱۱۹) اے مسلمانوں اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ ہمیں سورۂ فاتحہ میں یہ دعا مانگنے کی ہدایت فرمائی: اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم (۱-۶،۷) اے مولیٰ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے (یعنی قائم رکھ) ان بندوں کے راستہ پر جن پر تو نے انعام کیا یعنی نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صلحاء کے راستہ پر قائم رکھ۔ آج ہر چکڑالوی، ہر قادیانی، ہر دیوبندی وہابی، ہر بے دین قرآن کریم بغل میں دبائے پھر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ قرآن کی رو سے میں سچا ہوں جیسے کہ یزیدیوں نے بے سوچ سمجھے نفسانی خواہش سے قرآن پڑھ کر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ آیت چسپاں کی فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓء الیٰ امر اللّٰہ (۴۹-۹) یعنی جو بادشاہ اسلام سے باغی ہو جائے اس سے جنگ کرو یہاں تک کہ رجوع کرے۔ انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو باغی اور یزید پلید کو بادشاہ اسلام بنایا۔ غرضیکہ بے سمجھے قرآن کے ترجموں نے بہت لوگوں کا بیڑا غرق کردیا ہے۔ اگر چاہتے ہو کہ دنیا سے ایمان سلامت لے جاؤ تو اسی راستے پر چلو جو اولیائے کرام اور علمائے عظام کا راستہ ہے اور اسی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔ آج سوائے مذہب اہلسنّت کے کسی فرقہ میں اولیاء موجود نہیں۔ معلوم ہوا کہ یہی جماعت حق پر ہے جب تک دین موسوی منسوخ نہ ہوا تھا بنی اسرائیل میں ہزارہا ولی ہوئے۔ جب وہ منسوخ ہوگیا اب ان میں کوئی ولی نہیں۔ حضرت مریم، اصحاب کہف، آصف بن برخیا جن کے قصے قرآن شریف میں مذکور ہیں، سب بنی اسرائیل کے ولی تھے۔ جریج اسرائیلی کی ولایت کا یہ حال تھا کہ اس نے چار سال کے بچہ سے اپنی پاکدامنی کی گواہی لے لی مگر بتاؤ جب سے یہ دین منسوخ ہوا اب کوئی یہودی عیسائی ولی ہوا۔ جب ان میں ایمان ہی نہیں تو ولایت کہاں سے آوے۔ اسی طرح آج سوائے مذہب اہلسنّت کے کسی فرقہ میں ولی نہیں کوئی دیوبندی ولی نہیں، کوئی قادیانی چکڑالوی غیر مقلد ولی نہیں۔

ادھر دیکھو حضور غوث پاک سرکار بغداد ہم میں، حضور خواجہ اجمیری ہم میں، حضور شیخ شہاب الدین سہروردی ہم میں گزرے ہیں۔ اب بھی مذہب اہلسنّت میں ہزارہا اولیاء جلوہ گر ہیں۔ حضرت پیر سیّد حیدر شاہ صاحب جلال پوری، حضرت خواجہ مہر علی شاہ صاحب گولڑی، اعلیٰ حضرت بریلوی، پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری، حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب تونسوی اور تمام گدی والے حضرات ہماری ہی جماعت میں ہیں۔ یہ تمام حضرات پکے سُنّی متقی وسیلہ کے قائل، نیاز، عرس، فاتحہ، میلاد شریف پر عامل رہے۔ ان اولیاء کرام کا ہم میں ہونا مذہب اہلسنّت کی حقانیت کی کھلی دلیل ہے۔ آج تمام فرقوں کو میں چیلنج کرتا ہوں کہ اپنے مذہبوں میں اولیاء دکھائیں۔ ولی کی پہچان قرآن کریم نے یہ بیان فرمائی ہے کہ خلقت انہیں ولی مانے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لهم البشرٰى فى الحيوة الدنيا و فى الأخرة (۱۰-۶۴) ان کیلئے دنیا وآخرت میں خوشخبری۔ دنیا کی خوشخبری عام لوگوں کا ان کی طرف جھکنا اور آخرت کی خوشخبری ملائکہ کا انہیں مبارکباد دینا۔ قرآن کریم فرماتا ہے: ان الذين أمنوا و عملوا الصلحت سيجعل لهم الرحمٰن ودا (۱۹-۹۶) یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کی محبت سب کے دلوں میں ڈال دے گا۔

جن بزرگوں کے نام ہم نے گنائے ہیں ان کو عام خلقت ولی مانتی ہے چونکہ دیوبندیوں میں کوئی نہیں اس لئے وہ اولیاء اللہ کو گالیاں دینے لگے۔ جیسے قادیانیوں کے مسیح موعود مرزا میں کوئی کرامت یا معجزہ نہیں تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرنے لگے بہر حال مسلمان اس فقیر کے اس قاعدہ کو یاد رکھیں کہ وہی راستہ اختیار کریں جو اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آج کل کی زہریلی ہواؤں سے ان کا ایمان محفوظ رہے گا۔ گلدستہ کی گھاس پھولوں کے وسیلہ سے بادشاہوں کے ہاتھ میں پہنچ جاتی ہے۔ بادام کے چھلکے مغز کے ساتھ تلتے ہیں مگر علیحدہ ہو کر پھینک دیئے جاتے ہیں۔

حقیت یہ ہے کہ کتابوں سے علم وحکمت ملتا ہے لیکن دین کسی کی نظر سے نصیب نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

دیں مجو اندر کتب اے بے خبر — علم و حکمت از کتب دیں از نظر

کیمیا پیدا کن از مشتے گلے — بوسہ زن بر آستانے کاملے

دین صرف کتابوں سے نہ ڈھونڈھو، کتابوں سے صرف علم ملتا ہے اور دین کامل کی نگاہ کرم سے اپنے جسم کو کیمیا بنالو اس طرح کہ کسی کامل کے آستانہ پر ادب سے بوسہ دو۔

اگر قرآن شریف کا ترجمہ پڑھ لینے سے دین مل جایا کرتا تو ابوجہل، ابولہب اور ابلیس اوّل درجہ کے مومن ہوتے کیونکہ یہ ترجمہ جانتے تھے صرف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیض حاصل نہ کیا مارے گئے۔

آؤ ہم مثنوی شریف کا ایک قصہ سنا کر رسالہ کو ختم کردیں تاکہ وسیلہ اولیاء کا رسالہ ولی کامل کے ذکر پر ختم ہو۔

حکایت

مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں کہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز کے زمانہ میں بسطام شریف میں ایک رنڈی آگئی جس کے حسن و جمال اور خوش آوازی پر خلقت عاشق ہوگئی۔ مسجدیں خانقاہیں خالی ہوگئیں اور رنڈی کے گھر تماشائیوں کا ہر وقت میلہ لگا رہتا۔ کسی شخص نے حضرت سلطان العارفین کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ حضرت آپ کے زمانہ اور آپ کے شہر میں ایسا فسق و فجور، حضور نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس شخص نے سارا ماجرا عرض کردیا۔ فرمایا ہمیں اس رنڈی کا مکان بتاؤ۔ آپ مصلیٰ اور لوٹا لے کر اس کے گھر پہنچ گئے۔ تمام تماشائی آپ کو دیکھ کر غائب ہوگئے۔ آپ نے اس رنڈی کے دروازے پر مصلیٰ بچھا دیا اور نوافل شروع کردیئے۔ جو ادھر آتا آپ کو دیکھ کر لوٹ جاتا۔ یہاں تک کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا اور کسی کے آنے کا خطرہ نہ رہا تو آپ نے اس رنڈی سے پوچھا تیری روزانہ کی آمدنی کتنی ہے۔ اس نے بتائی آپ نے اتنی نقدی مصلیٰ کے نیچے سے نکال کر اس کے حوالے کردی۔

فقیروں کی جھولی میں ہوتا ہے سب کچھ — مگر چاہئے ان سے لینے کا ڈھب کچھ
بہت جانچ لیتے ہیں دیتے ہیں تب کچھ

پھر آپ نے اسے فرمایا کہ اب تیری یہ رات ہم نے خرید لی کیونکہ تیری اُجرت دے دی اس نے عرض کیا کہ ہاں بے شک۔ پھر حضور نے فرمایا اچھا اب ہم جو کہیں تو وہ کر۔ بولی بہت اچھا۔ آپ نے فرمایا وضو کر کے دو نفل کی نیت کر۔ غرضیکہ اسے نماز میں کھڑا کردیا جب تک اس نے قیام کیا وہ رنڈی تھی۔ رکوع میں گئی تو رنڈی تھی۔ قومہ کیا تو رنڈی تھی مگر جب سجدہ میں گئی ادھر تو اس کا سر سجدہ میں جھکایا اور ادھر سلطان العارفین کے ہاتھ دعا کیلئے اُٹھے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ آپ نے بدرگاہ خدا عرض کیا:

آنچہ کارم بود آخر کردمش — کز زنا سوئے نماز آوردمش

اے مولیٰ تو قوی میں ضعیف، تو ربّ میں بندہ، مجھ عاجز کمزور اور ضعیف بندے کا تو اتنا ہی کام تھا کہ فاسقہ کو زنا سے ہٹا کر تیرے دروازے پر جھکا دیا۔ اگلا کام تیرا ہے کہ تو اس جھکے ہوئے سر کو قبول کرے یا رد کردے۔ پھر عرض کیا کہ اگر تو نے اس کو رد کردیا تو میری بدنامی ہوجائے گی کہ لوگ کہیں گے سلطان العارفین تجھے کیا دے گیے۔

بردرت آوردہ ام من اے خدا — قلبہا قلب طفیل مصطفیٰ

یہ نہ دیکھ کہ آنے والا کون ہے مولیٰ! یہ دیکھ کہ لانے والا کون ہے۔ اگرچہ آنے والی ایک فاسقہ ہے لیکن لانے والا میں گنہگار ہوں۔ اس لئے اس ہرے گنبد والے کالی زُلفوں والے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ اس کے دل کا رُخ بدل دے۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ وہ فاسقہ ولیہ بن گئی۔ پھر بعد میں اس کے دوست جب اسے بلاتے تو وہ اندر سے کہلا بھیجتی کہ اب میں نے ان آنکھوں سے سلطان العارفین کو دیکھ لیا جو سلطان العارفین کو دیکھ لے وہ کسی کو نہ دیکھے۔

سورج کی شعاعیں کسی آتشی شیشہ کے ذریعہ کسی کپڑے پر ڈالی جائیں تو وہ کپڑا جل جاتا ہے اگر یہ آتشی شیشہ درمیان میں نہ ہو تو جلن پیدا نہیں ہوتی۔ مدینہ کے سورج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نورانی شعاعیں بغداد والے یا اجمیر والے شیشہ کے ذریعہ دل پر ڈالو تا کہ تپش اور درد پیدا ہو یہ دردِ دل وہ چیز ہے جس کے سبب انسان فرشتوں سے افضل ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیّدنا محمّد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین

احقر العباد

احمد یار خاں

سرپرست: مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات